مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

اخاء 1351 ھش

اکتوبر 1972ء

ماہنامہ خالد ربوہ

خدام الاحمدیہ کے اجتماع کے متعلق
حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا

تازہ ترین ارشاد

"عنقریب خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا اجتماع ہونے والا ہے۔ ۵ - ٦ - ۷ اخاء ۱۳۵۱ ھش (اکتوبر ۱۹۷۲ء) ربوہ میں منعقد ہوگا . . .

"یہ ایک حقیقت ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ **یہ اجتماع نفس کی اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے** اور بہترین سبق ہے۔ اس لئے احمدی نوجوانوں کو اس طرف پوری توجہ دینی چاہیئے۔

"ہر جماعت کا کم از کم ایک نمائندہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔ اجتماع میں ہماری پوری کی پوری جماعت کی نمائندگی ہونی چاہیئے۔"

ایڈیٹر ❁ سید عبدالحی شاہد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں۔"
(الہام المسیح الموعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔"
(المصلح الموعودؓ)

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۸ | اخاء ۱۳۵۱ھش | شمارہ ۱۲

اکتوبر ۱۹۷۲ء

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ
سید عبد الحی شاہد ایم۔ اے

نائب
عبد الکریم خالد

فہرست

(پبلشر: محمد شفیق قیصر، مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ، مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ "خالد" دارالصدر جنوبی۔ ربوہ)

قال اللہ

روزہ — حصولِ تقویٰ کا ذریعہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۚ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ (بقرہ)

ترجمہ :- اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اُسی طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح اُن لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم (رُوحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو۔ (سو تم روزے رکھو) چند گنتی کے دن۔ اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو (اُسے) اور دنوں میں تعداد (پوری کرنی) ہوگی اور اُن لوگوں پر جو اِس کی طاقت نہ رکھتے ہوں (تو اُن پر بطور فدیہ) ایک مسکین کا کھانا دینا (بشرطِ استطاعت) واجب ہے۔ اور جو شخص پوری فرمانبرداری کے ساتھ کوئی نیک کام کرے گا تو یہ اُس کے لئے بہتر ہوگا۔ اور اگر تم علم رکھتے ہو تو (سمجھ سکتے ہو کہ) تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس کے بارہ میں قرآن کریم نازل کیا گیا ہے (وہ قرآن) جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت (بنا کر بھیجا گیا) ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے۔ (ایسے دلائل) جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی (قرآن میں) الٰہی نشان بھی ہیں۔ اس لئے تم میں سے جو اِس مہینہ کو (اِس حال میں) دیکھے (کہ نہ مریض ہو نہ مسافر) اُسے چاہیئے کہ وہ اِس کے روزے رکھے اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اُس پر اَور دنوں میں تعداد (پوری کرنی واجب) ہوگی۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور (یہ حکم اُس نے اس لئے دیا ہے کہ تم تنگی میں نہ پڑو اور) تاکہ تم تعداد کو پورا کر لو اور اس (بات) پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اُس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تاکہ تم اُس کے شکر گزار بنو۔

(تفسیر صغیر)

قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

روزہ کی اہمیت

(۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ"

(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقال رمضان او شھر رمضان ص۲۵۵ مسلم ص۳۴۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَہٗ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ وَالصِّیَامُ جُنَّۃٌ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ: اِنِّیْ صَائِمٌ، وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُھُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ، وَاِذَا لَقِیَ رَبَّہٗ فَرِحَ بِصَوْمِہٖ"

(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم اذا شتم ص۲۵۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان کے سب کام اُس کے اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور مَیں خود اُس کی جزا بنوں گا۔ یعنی اُس کی نیکی کے بدلہ میں اسے اپنا دیدار نصیب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ ڈھال ہے۔ پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بے ہودہ باتیں کرے نہ شور و شر کرے۔ اگر اُس سے کوئی گالی گلوچ ہو یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے مَیں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے روزے دار کے مُنہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں۔ ایک خوشی اُسے اُس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اُس وقت ہوگی جب روزے کی وجہ سے اُسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آدابِ روزہ

(۱) "روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالَم سے واقف نہیں اُس کے حالات کو بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اسکی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اُسی قدر تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدّ نظر رکھنا چاہیئے کہ اُس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو رُوح کی تسلّی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔" (ملفوظات جلد نہم)

(۲) "روزہ دار کو خیال رکھنا چاہیئے کہ روزہ سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتّل الی اللہ حاصل کرنا چاہیئے۔ بدنصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی مگر اُس نے رُوحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے ایسا ہی رُوحانی روٹی رُوح کو قائم رکھتی ہے اور اس سے رُوحانی قویٰ تیز ہوتے ہیں۔" (الحکم لا الٰہ الا اللہ مبر ۲۳)

خدّام کی خصوصی توجّہ کے لئے

(۳) "بدنی عبادتیں بھی انسان جوانی ہی میں کر سکتا ہے ورنہ ساٹھ سال کے بعد طرح طرح کے عوارضات لاحق ہو جاتے ہیں نزول الماء وغیرہ شروع ہو کر نابینائی آجاتی ہے۔ سچ ہے پیری و صد عیب، چنیں گفتہ اند۔ اور جو کچھ انسان جوانی میں کر لیتا ہے اسکی برکت بڑھاپے میں بھی ہوتی ہے اور جس نے جوانی میں کچھ نہیں کیا اُسے بڑھاپے میں بھی صدہا رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں ؎

موئے سفید از اجل آرد پیام

اسلئے انسان کو چاہیئے کہ حسب استطاعت خدا کے فرض بجا لاوے۔ روزے کے بارہ میں خدا فرماتا ہے اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ یعنی اگر تم روزہ رکھ ہی لیا کرو تو اس میں تمہارے لئے بڑی خیر ہے۔" (الحکم ۱۰ اردسمبر ۱۹۰۲ء)

مضمون نویسی

کا

انعامی مقابلہ

ادارہ خالد کی طرف سے مضمون نویسی کے ماہوار انعامی مقابلہ کا اعلان کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے عنوان خالد بن الولید پر سات خدام کی طرف سے ادارہ کو مضامین موصول ہوئے ہیں۔ مجموعی لحاظ سے قریباً سارے مضامین بہت شوق اور محنت سے لکھے گئے ہیں۔ تاہم مقررہ منصفین کے فیصلہ کے مطابق محترم وحید احمد صاحب انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور اوّل قرار پائے ہیں۔ آپ کا مضمون شامل اشاعت ہے۔ باقی مضمون نگاروں کے اسماءِ گرامی نمبروں کی ترتیب سے درج ذیل ہیں:۔

(۱) محترم طارق احمد صاحب بٹ ۹/۵۰ ۴ لیاقت آباد کراچی (۲) محترم فہیم احمد صاحب جنجوعہ ۲۴۴/۸ دارالرحمت غربی ربوہ (۳) محترم سعید احمد صاحب سیٹھ ہوسٹل نمبر ۴ کمرہ نمبر ۱۶ نیو کیمپس لاہور (۴) محترم قریشی غلام حید صاحب ارشد قائد مجلس خدام الاحمدیہ خانپور (۵) محترم عبد المالک صاحب نائب قائد ضلع گنج مغلپورہ۔ لاہور۔ (۶) محترم رشید احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ اتہ زید کا ضلع سیالکوٹ

ادارہ کی طرف سے محترم وحید احمد صاحب کی خدمت میں ایک سال کیلئے اعزازی طور پر ماہنامہ خالد جاری کیا جا رہا ہے۔ طارق صاحب اور فہیم صاحب کے مضامین آئندہ شائع کئے جائیں گے انشاء اللہ ۔۔۔ اس دفعہ جتنے مضامین موصول ہوئے ہیں ان میں سے اکثر ۱۲۰۰ الفاظ سے زائد ہیں۔ آئندہ اس امر کا خیال رکھیئے۔ آئندہ ماہ کے لئے عنوان ہے:۔

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (المصلح الموعودؓ)

مندرجہ ذیل شرائط کو ملحوظ رکھیئے:۔

۱۔ اس مقابلہ میں صرف خدام شامل ہو سکتے ہیں۔

۲۔ مضمون زیادہ سے زیادہ دو ہزار الفاظ پر مشتمل ہو۔

۳۔ مضمون کی زبان شستہ ہو۔ نفس مضمون میں جدت ہو اور مآخذ کے حوالے دیئے جائیں۔

۴۔ یہ مضمون ۲۰ اکتوبر تک ادارہ کو پہنچ جانا چاہیئے۔

(ادارہ)

محترم وحید احمد صاحب
انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

فتح مکہ سے قبل ایک روز صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے جاں نثار شمع نبوت کے گرد پروانوں کی طرح تھے اور حلقہ کی صورت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جنگ موتہ کیلئے تین ہزار مجاہدین روانہ ہو چکے تھے مگر ابھی تک کوئی خبر موصول نہ ہوئی تھی۔ یکدم آنحضرت کے چہرہ مبارک پر سُرخی کی لہر دوڑ گئی اور آپ نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر صحابہ کرام سے فرمایا:-

"افسوس زید بن حارث جو کہ دستہ کی قیادت فرما رہے تھے شہید ہو گئے۔ قیادت اب جعفر بن ابی طالب نے سنبھال لی ہے"

چند لمحے توقف کے بعد آنحضرت نے پھر فرمایا۔

"افسوس جعفر بھی شہادت پا گئے ہیں اور اب عبداللہ بن رواحہ آگے آئے ہیں"

چند لمحات گزرنے کے بعد پھر آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا "افسوس کہ اب عبداللہ بن رواحہ بھی شہادت پا چکے ہیں" ساتھ ہی آنحضرت کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے کیونکہ مندرجہ بالا تینوں شہداء آنحضرت صلعم کے مقرر کردہ قائد تھے۔ اور حضور نے لشکر کو ہدایت کی تھی کہ اگر تینوں شہید ہو جائیں تو لشکر جسے چاہے قیادت سونپ دے۔

ابھی اس بات کو چند لمحے ہی گزرے تھے کہ حضور فرمانے لگے "اب عَلَم خالد بن ولید نے سنبھالا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اور اُسے خدا تعالیٰ نے شرجیل حاکم موتہ کے خلاف فتح مبین بخشی ہے"

اسی روز سے اسلام کے نامور جرنیل حضرت خالد بن ولید "سیف اللہ" یعنی خدا تعالیٰ کی تلوار کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اس سپہ سالار اعظم کے مختصر حالات زندگی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

پیدائش:- حضرت خالد بن ولید نبوت سے تقریباً سترہ برس قبل پیدا ہوئے۔ آپ قبیلہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ قبیلہ قریش کی ہی ایک شاخ تھا۔ آپ کے والد کا نام ولید اور والدہ کا نام لبابہ تھا۔ آپ آنحضرت کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ آپ کے رشتہ میں بھائی اور ہم جولیوں میں سے تھے۔ آپ کے متعلق مشہور تھا کہ بچپن میں کھیل کے دوران ایک مرتبہ آپ نے حضرت عمرؓ کی ٹانگ کی ہڈی توڑ دی تھی۔

آپ کے والد "ولید" قریش کے ایک امیر اور صاحب حیثیت فرد تھے اور خانہ کعبہ کی بہت عزت دل میں رکھتے تھے۔ آپ ہر دوسرے سال کعبہ پر غلاف چڑھاتے اور ہر

سال منی کے مقام پر حجاج کو کھانا پیش کرتے۔ آنحضرتؐ کی خواہش تھی کہ ولید اسلام قبول کر لیں تاکہ اُن کے سینکڑوں معتقدین بھی اسلام لے آئیں لیکن وہ دوسرے کفار سرداروں کی طرح دل سے اسلام کو سچا جاننے کے باوجود محض اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایمان نہ لائے اور جہالت کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

لڑکپن:۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے بچپن کے حالات بہت کم تاریخ میں ملتے ہیں تاہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے والد کی وسیع جائداد کی بدولت آپ کو تجارت کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور آپ بکلی اپنے مشاغل میں منہمک رہے جن میں سے آپ کا سب سے اہم کام اصولِ حرب سے آگاہی حاصل کرنا تھا۔ چنانچہ اس دوران آپ مکمل طور پر عرب کے جنگی طریقوں سے واقف ہو گئے۔ جب آپ نے عنفوانِ شباب میں قدم رکھا تو آپ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک بن چکے تھے۔

اسلام کی مخالفت:۔

زمانۂ نوجوانی میں ہی آپ قریش کے سرداروں میں گنے جاتے تھے۔ اُس وقت قریش اسلام کو اس کی جڑیں مضبوط ہونے سے قبل ہی بزورِ شمشیر ختم کر دینا چاہتے تھے۔ خالدؓ بھی اس کام میں پیش پیش تھے۔

جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتحِ مبین کے بعد کفار غم و غصے سے دیوانے ہو چکے تھے۔ ان کا وہ غرور خاک میں مل چکا تھا جو اسلام سے قبل انہیں حاصل تھا۔ وہ ہر دم بدلہ لینے کے طریقے سوچتے رہتے اور آخر کار بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے اُحد کی تیاری کی گئی۔ حضرت خالدؓ نے بھی کفار کی طرف سے جنگ میں حصہ لیا۔ آپ نے کفار کے دائیں بازو کی کمان سنبھالی۔ جنگ میں کفار مسلمانوں کی تلواروں کے آگے بے بس ہو کر پسپا ہو گئے۔
لیکن حضرت خالد کی فہم و فراست نے دیکھ لیا کہ مسلمانوں کی پُشت پر جو درہ ہے اس کے تیرانداز مالِ غنیمت حاصل کرنے میں مصروف ہیں تو آپ نے چکر لگا کر اپنے دستے کے ساتھ مسلمانوں پر پیچھے کی طرف سے حملہ کیا اور مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچایا۔ کون جانتا تھا کہ یہی نوجوان جرنیل کسی روز اسلام کے لشکر کی کمان کرتے ہوئے قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو پاؤں تلے روندے گا۔

ہجرت کے چھٹے سال آنحضرتؐ نے ۱۵۰۰ صحابہؓ کے ساتھ حج کا عزم کیا اور مکہ سے باہر مقیم ہو کر اپنی آمد کی اطلاع کفار کو بھجوائی تو کفار نے صرف مخالفت کیلئے مسلمانوں کو روکنا چاہا اور فوری طور پر ایک دستہ مسلمانوں کو روکنے کے لئے بھیجا جس کی کمان حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں تھی۔ صلح حدیبیہ کی بدولت لڑائی ٹل گئی اور حضرت خالدؓ بھی مسلمانوں کی واپسی کے بعد مکہ کو لوٹ گئے۔
حضرت خالدؓ کی مخالفت کا یہ آخری اہم واقعہ تھا اسکے اسلام کے فضائل آپ پر واضح ہو گئے اور آپ نورِ اسلام سے منوّر ہونے لگے۔

قبولِ اسلام:۔

صلح حدیبیہ جسے کفار بزعمِ خود اپنی فتح سمجھتے تھے اُن کے لئے پیغامِ شکست لائی۔ اس فتح کے

بعد کفارِ مکہ کھلم کھلا مدینہ میں آتے اور اسلامی طرزِ معاشرت کا نظارہ کرتے تو ان کے دل بے اختیار اسلام کی طرف مائل ہو جاتے۔ چنانچہ اس دوران بہت سے عوام و خواص مکہ جن میں حضرت خالدؓ بن ولید بھی شامل تھے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت خالدؓ ۸ ہجری میں اسلام کے نور سے منور ہوئے۔ آپ خود قبولِ اسلام کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ مجھ پر بے حد و حساب مہربان تھا کہ اس نے میرے دل میں اسلام سے محبت کا دریا موجزن کر دیا۔ اس نے مجھے سچائی کا رستہ دکھایا اور میں اپنے آپ کو یہ کہنے پر مجبور تھا کہ کتنا بیوقوف ہوں میں جو حضرت محمد صلعم کی اب تک مخالفت کرتا رہا۔ افسوس کہ میں خود اپنے اعمال کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی نظروں میں بے عزت ہوا۔ اور میری ناجائز مخالفت کے باوجود اسلام نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی۔

جب آنحضرتؐ نے کعبہ کی زیارت فرمائی تو میں صرف مخالفت کی وجہ سے مکہ چھوڑ گیا تا کہ مسلمانوں کی شکل ہی نہ دیکھوں۔ میرا بھائی ولیدؓ بن ولید آنحضرتؐ کے ہمراہ تھا۔ اس نے مکہ میں ہر جگہ مجھے تلاش کیا مگر بے سود۔ واپس جا کر اس نے مجھے ایک خط میں لکھا "مجھے افسوس ہے کہ تم اپنے دماغ سے کام نہیں لے رہے اور میں حیران ہوں کہ تم جیسا عقلمند آدمی کیونکر روحانی طور پر اندھا بن چکا ہے۔ اور سچائی کو سمجھنے سے قاصر ہے"۔ اور یہ بھی لکھا "کہ آنحضرتؐ نے خاص طور پر مجھ سے تمہارے متعلق سوال کیا تھا"۔

اس خط کا جواب میں نے یہ دیا کہ جب تک سچائی خود بخود سامنے نہ آجائے میں اسے کیسے مان لوں"۔ اس پر میرے بھائی نے تحریر کیا "میرے عزیز بھائی! تم ایک لمبے عرصے سے حقیقت کو جھٹلا رہے ہو۔ ابھی پانی سر سے اونچا نہیں ہوا۔ اور وقت ہے کہ تم نے جو کچھ کیا ہے اسلام کو قبول کر کے اس کی تلافی کر لو"۔

اس خط نے مجھے اسلام کی طرف مائل کیا اور میں ذہنی طور پر قبولِ اسلام کے لئے تیار ہو گیا۔ اگلی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک تنگ اور غلیظ راستے کو چھوڑ کر سرسبز اور صاف ستھرے میدان میں آگیا ہوں اس خواب نے میرے دل پر سے غفلت کے تمام پردے چاک کر دیئے اور اگلی صبح میں عثمان بن طلحہ اور عمرو بن عاص کے ساتھ اسلام قبول کرنے کے لئے مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ آنحضرتؐ کو خبر مل چکی تھی حضورؐ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا "مکہ نے ہمیں اپنے تین بہترین سپوت عنایت کر دیئے ہیں"۔

حضرت خالدؓ بن ولید کی خدمات

حضرت خالدؓ بن ولید نے اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے جنگِ موتہ میں حصہ لیا جس کا ذکر مضمون کے آغاز میں کیا جا چکا ہے۔ اس جنگ میں رسول اللہؐ نے آپ کو "سیف اللہ" کا لقب دیا۔

فتح مکہ کے بعد جب مسلمان چار حصوں میں بٹ کر چار دروازوں سے مکہ میں داخل ہوئے تو سب سے بڑے حصہ کی قیادت خالدؓ کر رہے تھے۔ صفوان، عکرمہ اور چند سرداروں نے آپ کو روکنا چاہا لیکن قریش کا سپوت

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

فضل الرحمن نعیم

نذرانۂ قلب و نظر!

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بزمِ احمدیت سے طویل غیر حاضری کے بعد خدام الاحمدیہ کے گزشتہ اجتماع میں رُوح پرور خطاب سُن کر ۔۔۔)

محفل تھی سُونی سُونی بے کیف تھیں فضائیں
ہر لب پہ آرزُو تھی اب آپ لوٹ آئیں

اشکوں کے سب خزانے راتوں نے لے لئے تھے
بے چین آرزوئیں پُرسوز تھیں دُعائیں

یہ منتظر نگاہیں راہوں میں بچھ گئی تھیں
ڈر تھا کہیں یہ نظریں پتھرا کے رہ نہ جائیں

خدام سارے آقا مسجد میں منتظر تھے
کب وہ سُنیں گے خطبے کب لیں گے وہ بلائیں

صد شکر آگئے وہ تھا انتظار جن کا
صد شکر ہوگئی ہیں مقبول وہ دُعائیں

خورد و کلاں کے چہرے ماہتاب ہوگئے ہیں
ساقی کو دیکھتے ہی گھِر آئی ہیں گھٹائیں

وہ پھر نشہ سا چھایا سجدوں میں کیف آیا
تکبیر کی صدا سے گونجی ہیں پھر فضائیں

پروانے بن کے پھر ہم ربوہ نعیمؔ آئے
جلووں کی بارگاہ سے جلووں کو مانگ لائیں

مکرم شیخ عبد القادر صاحب
لاہور

وفاتِ مسیحؑ میں حیاتِ اسلام ہے[1]

قرآن حکیم نے ہمیں بتایا کہ ہر قوم میں پیغمبر آئے ہیں۔ اُن کی زندگی میں تو لوگ اُن کی تکذیب کرتے ہیں۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کی عزّت کو اتنا بڑھایا جاتا ہے کہ اُن کی ذات عقیدت کے دھندلکوں میں گُم ہو جاتی ہے۔

پیغمبروں کی عزّت بڑھانے میں حیاتِ انبیاء کے عقیدہ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ لوگ نبیوں کی وفات کا انکار کر دیتے ہیں اور انہیں آسمان پر پہنچا کر اپنے دل کی تسکین کا جھوٹا سامان مہیّا کر لیتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی ساتویں پُشت میں حضرت ادریس علیہ السلام ہوئے۔ ان کے متعلق تورات میں لکھا ہے کہ وہ اُٹھا لئے گئے اور زندہ جاوید ہیں۔

دسویں پُشت میں حضرت نوحؑ ہوئے۔ اُن کی زندگی میں تو بہت تھوڑے سے لوگ ایمان لائے بعد میں حضرت نوح علیہ السلام کی عقیدت اِس درجہ بڑھ گئی کہ اہلِ بابل ماننے لگے کہ طوفان سے بچنے والا بطلِ جلیل اور اس کی رفیقۂ حیات جنّتِ عدن (دِلمون) میں حیاتِ ابدی کے وارث ہیں۔ ان پر موت آتی ہی نہیں۔ کتباتِ بابل سے یہ بات منکشف ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعض اہلِ کتاب فرقے یہ ماننے لگے کہ وہ بادلوں پر بیٹھ کر آسمان پر چلے گئے۔ فرشتوں نے انہیں اُٹھا لیا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی قبر آج تک نہیں ملتی۔ (تاریخ یوسی فس)

پھر حضرت الیاس علیہ السلام کے متعلق بائبل میں لکھا ہے کہ وہ آتشیں رتھ پر بیٹھ کر آسمان پر چلے گئے تھے اور خداوند کا ہولناک دن آنے سے پیشتر دوبارہ آئیں گے۔

آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی یہ عقیدہ پروان چڑھا کہ وہ صلیب پر مر گئے، تین دن قبر میں رہنے کے بعد زندہ ہو گئے۔ بادلوں میں بیٹھ کر آسمان میں چلے گئے۔ وہاں خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہیں اور آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔

جب اہلِ کتاب فوج در فوج اسلام میں داخل

---

[1] یہ مضمون مجلس خدام الاحمدیہ اسلامیہ پارک لاہور کے ایک اجلاس میں پڑھا گیا۔

ہوتے تو عیسائیوں کے بعض عقیدے مسلمانوں اور ان کی اولاد میں پھیل گئے۔ حضرت ادریس، حضرت عیسےٰ علیہما السلام اور بعض دوسرے پیغمبروں کی حیاۃ کا عقیدہ مسلمانوں میں رواج پا گیا۔ اسلام میں مسیح کی آمدِ ثانی کی پیشگوئی موجود تھی، اسے ظاہر پر محمول کرنے کی وجہ سے "رفع عیسیٰ" کے عقیدہ کو تقویت ملی۔

ساتویں صدی میں امام ابن تیمیہ نے اعلان کیا کہ حیاۃِ انبیاء کا عقیدہ بے بنیاد اور خیال باطل ہے۔ امام ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ ۳۳ سال کی عمر میں "رفع الی السماء" کا عقیدہ عیسائیوں سے مسلمانوں میں آیا ہے۔ سرتاج اولیاء محی الدین ابن عربی حیاۃِ مسیح کے قائل تھے۔ بالآخر ان پر یہ منکشف ہوا کہ مسیح نے "بیدن آخر" ایک دوسرے وجود میں ظاہر ہونا ہے۔ امام ابن حزم کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری میں علامہ ابن الوردی لکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں تین مکاتبِ فکر ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں:-

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ بعینہٖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنا ہے۔

۲۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ان کا کوئی مثیل آئے گا۔

۳۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ عیسیٰؑ کے آنے سے مراد یہ ہے کہ اُن کی روح لے کر کوئی شخص اُمتِ محمدیہ میں پیدا ہوگا۔

علامہ ابن الوردی خود حیاۃِ عیسیٰؑ کے قائل تھے لیکن اُنہوں نے پوری دیانت داری سے بتایا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ دو ایسے مکتبِ فکر موجود ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی سے مراد اُن کی رُوحانی آمد لیتے ہیں۔

حضرت امام مالکؒ، اسلام کے بطلِ جلیل، امامِ حدیث و فقہ ہیں۔ اُن کا زمانہ پہلی صدی ہجری کا آخری رُبع ہے۔ ان کے متعلق لکھا ہے:-

قال مالكٌ مات عيسى ابن مريم۔

فرمایا امام مالکؒ نے کہ عیسیٰؑ فوت ہو گئے۔

یہ قرنِ اوّل کا فیصلہ ہے۔

عصرِ حاضر میں مصر کے مفتی اعظم علامہ محمود شلتوت نے یہ اعلان کیا کہ حیاۃِ مسیح کا عقیدہ عیسائیوں سے مسلمانوں میں آیا۔ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں۔ علامہ موصوف نے امام مالکؒ کے تیرہ سو سال بعد ان کے عقیدہ کو جس جرأتِ ایمانی اور صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے علماءِ عرب و عجم کے سامنے پیش کیا وہ انہی کا حصہ ہے۔ حضرت امام مالکؒ کی روح علامہ محمود شلتوت پر سلام بھیجتی ہے۔

اِس انقلاب کا پس منظر بھی اِس مرحلہ پہ بتا دوں۔

چودھویں صدی ہجری کے شروع میں قادیان

کی بستی میں بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ مبعوث ہوئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ:۔

مسیح ابن مریم رسول اللہ
فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ
میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے
وکان وعد اللہ مسئولاً۔

علماء نے ان پر کفر کے فتوے لگائے۔ انہیں کافر، ضال، مضل اور غیر مسلموں سے بدتر کہا۔ آہستہ آہستہ ظلمانی بادل چھٹنے لگے۔ چوٹی کے علماء اور دانش ور ماننے لگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ عصرِ حاضر میں وفاتِ مسیحؑ کے قائل اکابرین کی ایک لمبی فہرست بن سکتی ہے۔

صرف ایک دلچسپ مثال اور دینا چاہتا ہوں

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہؑ نے علماءِ عرب کو دعوتِ حق دی۔ مصر کے نامور عالم اور مفسر علامہ رشید رضا نے اپنے اخبار "المنار" میں حضرت اقدسؑ کی تکذیب کی اور اس دعوت کو ٹھکرا دیا۔ اسلام کا بطلِ جلیل مضطرب ہو کر اُٹھا۔ آپؑ نے "الھدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ" کتاب لکھی۔ اس میں علامہ رشید رضا کے سبّ و شتم کے جواب میں براہین قاطعہ سے علامہ موصوف کا پول کھول دیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے رگِ فاروقی پھڑک اُٹھی۔ کوئی شیر للکار رہا ہے اور بھیڑیوں میں بھگدڑ مچی ہوئی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں "وفاتِ مسیح" اور "کشمیر میں قبرِ مسیحؑ" کی تحقیق آپؑ نے پیش کی۔ یہ بھی لکھا کہ اگر قبر کو کھولا جائے تو اس میں ایسی الواح ملیں گی جن سے ثابت ہو جائے گا کہ یہ عیسیٰ نبی اللہ کی قبر ہے۔

کوئی ہما شما مولوی ہوتا تو وہ تکذیب میں اور بڑھ جاتا۔ علامہ رشید رضا قرآن حکیم کی تفسیر لکھ رہے تھے جس کا نام تفسیر المنار ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب الھدیٰ میں نے پڑھی ہے۔ اس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ ان کی قبر سرینگر کشمیر میں ہے۔ آیت قرآنی میں جس ایواء کا ذکر ہے اس سے مراد صلیب کی مصیبتِ عظمیٰ ہے۔ قرآن حکیم سے مثالیں دی ہیں کہ ایواء سے مراد مصیبت سے پناہ دینے کے ہوتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے سرینگر کے ۲۵ معززین کے نام لکھے ہیں جنہوں نے شہادت دی کہ یہ قبر

نبی اللہ عیسیٰ یوز آسف

کی ہے۔ ربوۃ ذات قرار و معین کے الفاظ کشمیر پر پورے طور پر چسپاں ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح فوت ہو گئے۔ ان کی قبر سرینگر کشمیر میں ہے۔ یہ امر عقل و نقل کے خلاف نہیں۔

علامہ رشید رضا لکھتے ہیں:۔

"ربوۃ کے معنے مکان مرتفع کے ہیں اور بلادِ کشمیر دنیا کے بلند مقامات میں سے ہیں اور یہاں پر ٹھکانہ بہت عمدہ ہے۔ جگہ جگہ چشمے

جاری ہیں۔ مفسّرین کا خیال ہے کہ ربوۃ سے مراد رملہ فلسطین ہے یا دمشق و شام لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے مریم اور ابن مریم کو یہاں پناہ دی ہوتی تو یہ جائے پناہ کسی سے پوشیدہ نہ رہتی۔ اور پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ صلیب سے پہلے حضرت مسیح کو کس امر نے مجبور کیا تھا کہ وہ بچ کر کسی پناہ گاہ میں پہنچیں۔ مختصر یہ کہ کنعان سے ان کا فرار ہندوستان کی طرف ہجرت اور یہاں اُن کا فوت ہونا عقل و نقل کے خلاف نہیں ہے۔"

(تلخیص تفسیر النساء: ۴۲-۴۳)

علّامہ رشید رضا نے تفسیر کے دو صفحوں پر اس تحقیق کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ اس طرح اسلام کے بطلِ جلیل نے جس حق بات کو پیش کیا تھا اس کا بول بالا ہوا۔

سب سے بڑا انقلاب خود عیسائیوں میں آیا۔ عصرِ حاضر میں انجیل کے پُرانے سے پُرانے قلمی نسخے برآمد ہو گئے۔ موجودہ اناجیل سے جب ان کا مقابلہ کیا گیا تو عیسائی علماء انگشت بدنداں رہ گئے۔ ان پُرانے نسخوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا بیان غائب تھا۔ بعض ایسے نسخے بھی ملے ہیں جن میں لکھا ہے کہ رفعِ عیسیٰ کا بیان دوسری صدی کے فلاں بشپ نے لکھ کر انجیل میں شامل کیا۔ گویا صعودِ مسیح کا بیان پادریوں کا خود نوشتہ اور خود ساختہ ہے۔ اس کے بعد انکشافات اور شواہد کا ایک ڈھیر لگ گیا جن سے پتہ لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی موت سے بچا لئے گئے تھے۔

آج سے ۱۹۴۰ سال پہلے یروشلم میں ایک عجیب ماجرا ہوا۔ یہود اپنی دانست میں جس پیغمبرِ مظلوم کو مار چکے تھے وہ دراصل گہری بے ہوشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے دوبارہ زندگی پائی۔ اپنی خاکستر سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد وہ بلادِ شرقیہ میں چلا گیا۔ کیونکہ وہاں بنی اسرائیل کے اسباطِ عشرہ آباد تھے۔ وہ "رَسُوْلاً اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ" تھا۔ مشرقی یہودیوں میں "تبلیغ و ارشاد" اس کے مشن کا ضروری حصّہ تھا۔

تاریخِ ہند کے مآخذ میں پُران بھی شامل ہیں۔ ہندوؤں کے ۱۸ پُران ہیں۔ نویں نمبر پر بھوشیہ پران ہے اس میں لکھا ہے کہ عیسیٰ مسیح ہندوستان میں آئے۔ وہ ہمالہ دیش میں بس گئے۔ اس زمانہ کے ایک بادشاہ نے انہیں جاگیر عطا کی اور وہ یہاں پورے طور پر آباد ہو گئے۔ بادشاہ کا حضرت مسیح علیہ السلام سے مکالمہ بھی درج ہے۔

کشمیر میں ایک پُرانی قبر ہے جو کہ عیسیٰ نبی یا یوز آسف کی قبر کہلاتی ہے۔ آج سے تین سَو سال پہلے کی تاریخ کشمیر میں لکھا ہے کہ یوز آسف سے مراد یسوع پیغمبر بنی اسرائیل ہے۔ اُن کے نام کے کتبے تختِ سلیمان پر کندہ کرائے گئے۔

الغرض کہاں تک لکھا جائے عصرِ حاضر میں نئے سے نئے شواہد مل رہے ہیں کہ پیغمبر بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ عہد سے لحد تک ان کے سوانح کے حقیقی نقوش منصۂ شہود پر آ رہے ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے کہ ہم نے مریم اور ابن مریم کو ایک نشان بنایا ہے۔ انہیں مصیبت سے نجات دیکر ایک مرتفع جگہ پر پناہ دی۔ یہ مقام سرسبز و شاداب ہے اور یہاں چشمے جاری ہیں۔ مراد سرزمینِ کشمیر ہے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو رؤیا میں بتایا گیا کہ کشمیر سے ایسی اناجیل نکلیں گی جن میں کسرِ صلیب کا سامان ہوگا۔ ان اناجیل کو لانے والا جنّتی ہے۔ اس کے لئے "بہشتی مقبرہ" میں جگہ رکھی جائے۔

میرے عزیز نوجوانو! یہ کوئی معمولی تحقیق نہیں۔ یسوع کے مرنے میں اُس جھوٹی خدائی کی موت ہے جو اُس پیغمبرِ صادق کی طرف منسوب کر دی گئی۔ اس عظیم الشان انکشاف کے لئے کمربستہ ہو جاؤ اور دُنیا کو منوا دو کہ ہمارا خدا حیّ و قیوم ہے باقی سب فنا کے نیچے ہیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ
يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ
وَالْاِكْرَامِ ۝

محترم عبدالحق صاحب شاکر
ربوہ

سینما کی لعنت

سینما اور فحش فلموں کے دیکھنے بارے میں سیّدنا حضرت فضل عمر المصلح الموعود رضؓ اور قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے مضامین میں سے چند ضروری اقتباسات بالخصوص نوجوانوں کے استفادہ کے لئے پیش کئے جاتے ہیں جن کے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ ایسی فحش فلموں کے دیکھنے سے جن سے نوجوانوں کے اخلاق اور کیریکٹر پر بُرا اثر پڑے کسی صورت میں بھی دیکھنا جائز نہیں ہے۔ سیّدنا حضرت فضل عمر المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں:۔

"سینما کے متعلق میرا خیال ہے کہ اس زمانہ کی بدترین لعنت ہے۔ اس نے سینکڑوں شریف گھرانوں کے لڑکوں کو گویّا اور سینکڑوں شریف خاندانوں کی عورتوں کو ناچنے والی بنا دیا ہے سینما والوں کی غرض تو روپیہ کمانا ہے نہ کہ اخلاق سکھانا۔ اور وہ روپیہ کمانے کیلئے ایسے لغو اور بیہودہ فسانے اور گانے پیش کرتے ہیں جو اخلاق کو سخت خراب کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور شرفاء ان میں جاتے ہیں تو ان کا مذاق بھی بگڑ جاتا ہے اور ان کے بچوں اور عورتوں کا بھی جن کو وہ سینما دیکھنے کے لئے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور سینما ملک کے اخلاق پر ایسا تباہ کن اثر ڈال رہے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں میرا منع کرنا تو الگ رہا اگر میں ممانعت نہ کروں تو بھی مومن کی روح کو خود بخود اس سے بغاوت کرنی چاہیئے۔" (الفضل ۸ ردسمبر ۱۹۴۲ء)

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

(۱) "سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جس فلم میں مرد عورت کی باہمی بے تکلفی کے مناظر کو برملا طور پر پیش کیا جائے مثلاً (اور یہ صرف ایک مثال ہے) ایک مرد ایک عورت کے ساتھ فلم کے پردہ پر بوس وکنار کا طریق اختیار کرتا ہے تو ایسی فلم کا دیکھنا ناجائز

اور ممنوع ہوگا۔ بلکہ میرے خیال کے مطابق اگر یہ مرد و عورت خاوند بیوی ہوں تو تب بھی اُن کی طرف سے ایسی حرکات کا برملا اظہار خلافِ حیا اور ناجائز سمجھا جائے گا۔ اسکی موٹی مثال یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ خاوند بیوی کا مخصوص جنسی تعلق ایک بالکل جائز بلکہ نسلِ انسانی کی ترقی کے لئے ضروری چیز ہے کوئی شریف انسان ایسا نہیں ہو سکتا جو اس فعل کو برسرِ عام اختیار کرے۔ اور جو ایسا کریگا وہ یقیناً بے حیا سمجھا جائے گا۔"

(۲) "دوسری شرط یہ ہے جو در اصل پہلی شرط کا ہی حصہ اور شاخ ہے کہ کسی فلم میں کورٹ شپ یعنی نکاح سے پہلے کی بے تکلفانہ میل ملاقات کے مناظر پیش نہ کئے جائیں ...... اگر کسی کے نزدیک کورٹ شپ کا طریق جائز بھی ہو یعنی اگر نکاح سے قبل مرد عورت کا آپس میں بے تکلفی کے ساتھ ملنا جلنا جائز بھی سمجھا جائے تو پھر بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ کورٹ شپ کے مناظر کو فلم کے پردے پر عریاں کر کے دکھانا ایک ایسی بات ہے کہ جس سے لوگ جنسی تعلقات کے متعلق ناگوار اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتے اور کچی اور نوجوان طبیعت کا تو کہنا ہی کیا ہے ان کے لئے تو ایسے مناظر گویا بارود کے ذخیرہ کو دیا سلائی دکھانے کے مترادف ہیں۔"

(۳) "تیسری بات جو ایک اچھی اور جائز فلم میں نہیں ہونی چاہیئے وہ اغوا کے واقعات ہیں یعنی کسی شخص کا کسی لڑکی یا عورت کو اُس کے جائز ولی کی اجازت اور اطلاع کے بغیر بھگا لے جانا۔ یہ بات بھی ہر غور کرنے والی سعید فطرت کے نزدیک اخلاقِ عامہ کو غلط راستہ پر ڈالنے والی اور بالآخر سوسائٹی کے امن کو برباد کرنے والی ہے۔"

(۴) "چوتھی بات عریانی کے مناظر پیش کرنا ہے یعنی جسم انسانی کے ان حصوں کو ننگا کر کے پیش کرنا جنہیں ننگا کرنا اسلام میں ممنوع قرار دیا گیا ہے بلکہ میں کہوں گا جنہیں ننگا کرنا دنیا کی ہر شریف سوسائٹی بُری نظر سے دیکھتی ہے۔ اگر فلم کے پردے پر اُن اعضاء کی عُریانی کے مناظر پیش کئے جائیں تو اخلاقی لحاظ سے اس کا نتیجہ ظاہر ہے ...... لیکن افسوس یہ ہے کہ آجکل کی فلموں میں ان سے

بہت بڑھ چڑھ کر عریانی کے مناظر
پیش کئے جاتے ہیں اور لوگ انہیں
دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور ان کے
ذریعہ تفریح کا سامان حاصل کرتے
ہیں"

(۵) "مرد و عورت کے جنسی تعلقات کی عریاں
تصویروں کی صورت میں یعنی ایسی
صورت میں جس میں کہ ان کی ہر حرکت گویا
بالکل ننگی ہو کر سامنے آجاتی ہے لوگوں
کے سامنے لانا سینما ہی کا حصہ ہے...
معصوم لڑکیوں کے اخلاق کو تباہ
کرنے کے مناظر، اغوا کے عریاں
واقعات جنسی تعلقات کے خلاف
اخلاقی پہلو اس طرح آنکھوں کے
سامنے لائے جاتے ہیں کہ کچی طبیعت
کے لوگ ان سے متاثر ہوئے بغیر
نہیں رہ سکتے۔ پھر سینما کے ساتھ جو
اقتصادی نقصان کا پہلو لگا ہوا ہے
وہ بھی ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا
.... پس کیا بلحاظ اخلاقی نقصان کے
اور کیا بلحاظ اقتصادی نقصان کے اور
کیا بلحاظ تعلیمی نقصان کے سینما کا غلط
استعمال ان شیطانی طاقتوں میں سے
ایک طاقت ہے جو ہر اچھی سے اچھی
سوسائٹی کو تباہ کر سکتی ہے....

اور دُنیا کی بڑی لعنتوں میں سے ایک
لعنت ہے"

آخر میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ
بڑے درد کے ساتھ فرماتے ہیں :-

"خدا کرے کہ میرا یہ مضمون جو پاک
نیت کے ساتھ اور دوستوں کی سچی
ہمدردی کے جذبہ سے لکھا گیا ہے۔
ہماری جماعت کے نوجوانوں کی تنویر
اور ہدایت کا موجب ہو" اللّٰھم
آمین - (اخبار الفضل مورخہ
۱۸-۲۶ راگست ۱۹۴۹ء)

حیدر قریشی، خانپور

وہ رُوٹھیں تو ہم ان کو منا لیتے ہیں لیکن
رُوٹھیں جو کبھی ہم وہ منایا نہیں کرتے

جو آگ کو چپکے سے لگا دیتے ہیں یارو
بھڑکے ہوئے شعلوں کو بجھایا نہیں کرتے

ہوتے ہیں جو اسلام کی راہوں سے گریزاں
وہ نعرۂ تکبیر لگایا نہیں کرتے

پھنس جائے سفینہ جو بھنور میں تو اے حیدر
پھر آس کناروں کی لگایا نہیں کرتے

گلہائے رنگارنگ

رمضان المبارک

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

یعنی اے مومنو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ روزوں کا مقصد یہ ہے کہ مومن تقویٰ کے بلند مدارج کو حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے روزے کا حکم دیکر اپنے بندوں پر رحمت اور برکت و فضل کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اس بابرکت مہینہ میں اللہ تعالیٰ مومنوں کے قریب آجاتا ہے اور اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے :۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔

یعنی جب رمضان کا مہینہ آئے اور میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو تو ان کو جواب دے کہ میں قریب ہوں اور میرے قریب ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جب کوئی بندہ دردِ دل سے دعا کرے تو میں اس کی دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہوں۔

رمضان کا مہینہ رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے۔ یہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ضلالت و گمراہی میں بھٹکے ہوئے دیکھ کر اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام (قرآن مجید) نازل فرمایا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

پس رمضان کے مہینے کی برکتوں کے صحیح طور پر مستفید ہونے کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرنی چاہیئے۔ تہجد اور نمازوں کی پابندی کرنی چاہیئے۔ صدقہ و خیرات کرنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری سستیوں، کوتاہیوں کو دور کرے اور اسلام کے غلبہ کا دن ہماری زندگی میں ہی آئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ احباب جماعت کو رمضان سے پورے طور پر فائدہ اٹھانے اور اس کی عظیم برکات سے متمتع ہونے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ ... ... رمضان سے پورے طور پر فائدہ اُٹھائیں کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے برکات نازل ہونے کے خاص دن ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک سخی اپنے خزانے کے دروازے کھول کر اعلان کر دے کہ جو آئے لے جائے۔ ان دنوں خدا تعالیٰ بھی اپنی برکتوں اور رحمتوں کے دروازے اپنے بندوں کے لئے کھول دیتا ہے اور کہتا ہے آؤ اور آ کر لے جاؤ۔"

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم سب کو رمضان مبارک کی برکات سے پورے طور پر فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(محمد انوار الحق مغلپورہ - لاہور)

ملفوظات حضرت سلطان القلم

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ :-

"... اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقارِ علی فرمایا۔"

(تذکرہ طبع دوم صد ۴۲۱)

نیز فرماتے ہیں کہ :-

"... ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشاء پردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا معارفِ قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں۔ اور وہ بلاغت جو ایک بیہودہ اور لغو طور پر اسلام میں رائج ہو گئی تھی اس کو کلامِ الٰہی کا خادم بنایا جائے۔"

(نزول المسیح بار دوم سنہ ۱۹۵۱ء صد ۵۹)

ذیل میں حضور علیہ السلام کی کتب و فرمودات میں سے صرف چند فقرات بطور نمونہ کے نقل کئے گئے ہیں۔ فصاحت و بلاغت کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں سے یہ فقرات چند قطروں کے مترادف ہیں لیکن اِن سے معلوم ہوگا کہ جہاں پہلے فصاحت و بلاغت کی قوت کو افسانوی حکایات اور شاعرانہ مبالغوں کے اظہار میں ضائع کیا جاتا تھا وہاں حضرت سلطان القلم علیہ السلام نے اس خداداد قوت کو کلامِ الٰہی کی دلکش تفسیر و تشریح کے لئے استعمال کرنے کی طرح ڈالی۔ حضور کی تحریرات اور حضور کے فرمودات اثر آفرینی میں جواب نہیں رکھتے۔ سچ ہے کہ ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

کیسے کیسے دقیق معارف ہیں جو چند لفظوں میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ گویا دریا کو زے میں بند ہے مثلاً:۔

۱۔ "خدا جیسا کوئی قلعہ نہیں۔" (تقریر احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے" مطبوعہ ۱۹۶۰ء صہ ۱۱)

یہ صرف پانچ الفاظ ہیں لیکن دین اور مذہب اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور تعلق باللہ کے حقائق کا خلاصہ ان میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ان الفاظ پر جتنا غور بھی کرتے جائیے اسی قدر نئے معانی اس میں نظر آئیں گے۔

۲۔ "دنیا میں ہر یک ماتم زدہ ہے مگر ایماندار۔ دنیا میں ہر یک سوزش اور فرقت اور جلن میں گرفتار ہے مگر مومن۔" (آئینہ کمالات اسلام صہ ۲۷۳)

۳۔ "عارف ایک مچھلی ہے جو خدا کے ہاتھ سے ذبح کی گئی اور اس کا پانی خدا کی محبت ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صہ ۱۳)

دل کی زبان سے نکلے ہوئے یہ کلمات ہیں اور ٹھیک دل پر ہی جا کر اثر کرتے ہیں۔ ان میں ایسا جذب ہے کہ انسان کا دل ان کی طرف کھنچا ہی چلا جاتا ہے اور دل میں خدا تعالیٰ سے کامل محبت پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ "نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صہ ۳۰۲)

۵۔ "جو شخص دکھ دیتا ہے یا تو توبہ کر لیتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صہ ۲۳۵)

پاک دل ہو کر جو ان کلمات کو پڑھے گا وہ اپنا محاسبہ بھی ضرور کرے گا کہ کہیں میں تو دوسروں کو دکھ نہیں دیتا۔

۶۔ "درد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔"

(الوصیت مطبوعہ ۱۹۶۰ء صہ ۹)

۷۔ "زمین پر رحم کرو تا آسمان پر تم سے رحم ہو۔" (کشف الغطاء بار چہارم مطبوعہ ۱۹۶۵ء صہ ۳۲)

۸۔ "سب سے بڑھ کر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے۔"

۹۔ "عجز اور انکسار اور فروتنی اختیار کرنے کے لئے اس سے مؤثر تلقین اور کیا ہو سکتی ہے کہ:۔

"سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل اختیار کرو تا تم بخشے جاؤ۔"

(کشتی نوح)

۱۰۔ "ہر ایک بیت العلم کی کنجی دعا ہی ہے"

(ایام الصلح مطبوعہ ۱۹۰۳ء صہ ۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور ملفوظات میں اثر آفرینی اسلئے ہے کہ ہمارے نفسوں کی اصلاح ہو اور ہمارے دل دھوتے جائیں۔ خدا کرے کہ ہم اِن کلمات سے محض زبانی حظ اٹھانے والے ہی نہ ہوں بلکہ اِن پر عمل کرنے کی بھی ہمیں توفیق ملے۔ آمین

(ملک محمود احمد۔ کرشن نگر لاہور)

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں بیان فرماتا ہے:۔

ا۔ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى (البقرہ ع۲۴)

کامل نیک وہ شخص ہے جو تقویٰ اختیار کرے۔

ب۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (البقرہ ع۲۴)

اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ یقیناً متقیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

تقویٰ ہی تمام تر خوبیوں اور نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ اگر ہم ہر کام میں تقویٰ کا خیال رکھیں اور اس بات پر غور کریں کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناراضگی کا موجب ہے یا اس کام میں اس کی رضا حاصل ہوتی ہے تو یقیناً ہم اللہ کا پیار اس رنگ میں حاصل کر لینگے جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے حاصل کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تقویٰ کے متعلق بیان فرماتے ہیں:۔

ا۔ "تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ ہر چیز کی جڑ ہے۔ تقویٰ کے معنی ہیں ہر ایک باریک در باریک رگِ گناہ سے بچنا۔ تقویٰ اس کو کہتے ہیں کہ جس امر میں بدی کا شبہ بھی ہو اُس سے بھی کنارہ کرے۔"

(ملفوظات جلد دوم ص۲۱)

ب۔ "متقی وہ ہے جو احتمال اور شبہ سے بھی بچے۔" (ملفوظات جلد دوم ص۳۲۵)

ج۔ "آدم سے لیکر آج تک کسی کو تقویٰ کے سوا فتح نہیں ہوئی ...... تقویٰ کا پودا قائم ہو جائے تو اس کے ساتھ زمین و آسمان اُلٹ سکتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم ص۳۴)

د۔ "یاد رکھو یہ تقویٰ بڑی چیز ہے۔ خوارق کا صدور بھی تقویٰ سے ہی ہوتا ہے۔ اور اگر خوارق نہ بھی ہوں پھر بھی تقویٰ سے عظمت ملتی ہے۔ تقویٰ ایک ایسی دولت ہے کہ اس کے حاصل ہونے سے انسان خدا تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو کر نقشِ وجود مٹا سکتا ہے۔ کمالِ تقویٰ یہی ہے کہ اس کا اپنا وجود ہی نہ رہے۔"

(ملفوظات جلد دوم ص۳۴)

آئیے ہم عہد کریں کہ ہم تقویٰ اختیار کریں گے۔ اگر ہم ہر کام کے کرنے سے پہلے یہ غور کریں کہ آیا خدا

میرے اس فعل سے راضی ہے یا ناراض تو یقیناً ہم کامل متقی بن جائیں گے اور صحابہؓ کی طرح دنیا کے معلم اور راہبر بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرماوے۔

(عبدالمالک نائب قائد ضلع لاہور)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسولؐ

ہر مامور اپنے زمانہ کا اوّل المسلمین ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ مخلوقِ خدا کی راہنمائی اور مدارجِ عالیہ تک ربوبیت کا حقدار کیسے ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس زمانہ کے مامور، امام اور اوّل المسلمین ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ؎

در کوئے تو اگر سرِ عشاق را زنند
اوّل کسے کہ لافِ تعشق زند منم

یعنی اے میرے محبوب! اگر تیرے کوچہ میں عشاق کے سر اڑائے جاتے ہیں تو سب سے پہلے جو شخص تیرے عشق کا دعویٰ کرتا وہ میں ہوتا۔

یہی اوّل المسلمین کا مقام ہے۔ اس مقام پر پہنچنے کی شرط اوّل سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور محبت ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ۔ یعنی اے رسول! مومنوں سے کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ جو شخص اپنے مال اور اپنی اولاد سے زیادہ محبت مجھ سے نہیں کرتا وہ مومن نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسولؐ رسمی نہیں بلکہ اس کی بنیاد معرفت اور حق الیقین کی مضبوط چٹان پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کا اندازہ اور شعور اُمتِ محمدیہ میں آپؑ کے نائب اور مہدی سے زیادہ اور کوئی شخص نہیں کر سکا اسلئے عشقِ رسولؐ میں بھی آپؑ کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دینِ اسلام کے احیاء اور شریعتِ حقّہ کے قیام کے لئے مبعوث ہوئے۔ اس منصبِ جلیلہ کا تقاضا تھا کہ آپؑ اس کام کو نہ صرف بطور فرض بلکہ عشق و محبت کے عظیم الشان ولولوں کے ساتھ سرانجام دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ چشمِ بینا عطا کی جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا بھرپور مشاہدہ کیا اور آپؑ ہزار جان سے آنحضرتؐ پر فدا ہو گئے۔ جہاں دوسروں نے دل پیش کئے آپؑ نے جان نچھاور کی۔

عشق و محبت کا تقاضا ہوتا ہے کہ محبوب کا ذکر وردِ زبان رہے۔ اور دل اس ذکر سے لذت محسوس کرے۔ یہ ایک طبعی تقاضا ہے جس سے ہر اہلِ دل آگاہ ہے۔ اس معیار پر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشقِ رسولؐ کو پرکھا جائے تو آپ کی لازوال محبت کا نقش دل پر اُترتا چلا جاتا ہے۔ حضورؑ کے محاسن اور روحانی کمالات کا ذکر آپؑ کا محبوب ترین مشغلہ

تھا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

عاشق اپنے محبوب کے حسن و جمال کا اس قدر گرویدہ ہو جاتا ہے کہ اس کے تصور میں یہ بات ناممکن ہو جاتی ہے کہ کوئی شخص ایک بھرپور نگاہ ڈالے اور حسن دلفریب پر فریفتہ نہ ہو۔ یہ طرز فکر اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب محبت اپنے کمال کو پہنچ جائے اور عاشق کی نظر میں اس کا محبوب رعنائی و ملاحت حسن کا ایسا مرقع ہو کہ جس کی مثال نہ مل سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا یہی عالم ہے۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں فرماتے ہیں ؎

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت
بشو از دل ثنا خوانِ محمد
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمد ہست برہانِ محمد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق رسولؐ کا ایک عظیم مثبت پہلو یہ ہے کہ اس زمانہ کے اوّل المسلمین نے جب عشق رسولؐ کا دعویٰ کیا تو اس وقت حالت یہ تھی ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

لیکن آپ کی دن رات کی کوششوں سے حالات کا پانسہ پلٹ گیا اور آپؑ نے نہایت تحدی کے ساتھ فرمایا ؎

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

پھر آپؑ فرماتے ہیں :۔

(ا) "بھلا اب کوئی یادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ یاد رکھو کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گزر گیا۔ اب وہ زمانہ آ گیا ہے جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمد عربی جس کو گالیاں دی گئیں، جس کے نام کی بے عزتی کی گئی، جس کی تکذیب میں بدقسمت یادریوں نے کئی لاکھ کتابیں لکھ کر شائع کر دیں وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا۔ مگر آخر اسی رسولؐ کو تاج عزت پہنایا گیا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۲)

(ب) "خدا نے مجھے بھیجا ہے تا اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دیکھو میں زمین اور آسمان کو گواہ کر کے

کہتا ہوں کہ یہ باتیں سچ ہیں اور خدا ہی ایک خدا ہے جو کلمہ لا اِلٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ میں پیش کیا گیا ہے اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے مُردے زندہ ہو رہے ہیں اور غیب کے چشمے کھل رہے ہیں۔"

(الحکم ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۱ء)

(محمد شفیق سمن آباد، لاہور)

عصرِ حاضر اور احمدی نوجوان

موجودہ زمانہ وہ زمانہ ہے کہ دنیا بھر میں ہر طرف افراتفری کا عالم ہے۔ دُنیا کے گوشہ گوشہ میں تباہی کے بادل منڈلا رہے ہیں اور مختلف اقوام ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں۔ عالمِ اسلام کا شیرازہ تو کچھ اس طرح بکھر چکا ہے کہ وہ مسلمان جو کبھی باہم متحد ہوئے تھے آج کئی فرقوں اور گروہوں میں بٹ چکے ہیں۔ اس خلفشار اور نااتفاقی نے اسلامی قوتوں کو رفتہ رفتہ مضمحل کر دیا ہے اور مسلمانوں کی سیاسی برتری بالکل جاتی رہی ہے۔ برِصغیر پاک و ہند کی تاریخ بھی اس سے کچھ مختلف نہیں۔

لیکن حالات خواہ کتنا ہی بھیانک نظارہ کیوں نہ پیش کریں کم از کم ہمارے نوجوانوں کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمارے ساتھ تو خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں کہ وہ ہماری نصرت فرمائے گا۔ اور ہم چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو لیکر اُٹھے ہیں اس لئے خدا آپ کے طفیل ہماری دعاؤں کو سُنے گا اور ہماری مشکلات کو دُور کر دے گا اور انجامکار ہمیں کامیابی بخشے گا۔ مگر اس ضمن میں ہم پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور وہ یہ کہ ہمارے دل خلوص سے لبریز ہوں۔ ہم دنیا کی نظروں میں اخلاق کا ایک پیکر ہوں۔ ہماری نیتیں پاک ہوں اور ہمارے جسم کا رُواں رُواں خدا کی محبت میں سرشار ہو اور ہم دُنیا سے دُکھ دُور کرنے والے بنیں۔ دُنیا میں امن قائم ہو جائے اور ہم صحیح معنوں میں امن قائم کرنے والے بنیں کیونکہ دنیا تو پہلے ہی حقیقی امن کی تلاش میں ہے۔ ہمارے دل مخالفانہ حالات کو دیکھ کر مایوس نہ ہوں بلکہ دعاؤں سے اس طرح لبریز ہو جائیں جس طرح سمندر پانی سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

پیش آمدہ حالات سے ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی جدوجہد کو تیز کر دیں اور جہاں کہیں بھی ہوں ملک و قوم کی خدمت کریں اور کرتے چلے جائیں جیسا کہ ہمارا نام خدام الاحمدیہ رکھا گیا ہے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک ارشاد میں نوجوانوں کی ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آج ہمارا ملک ہم سے یہ مطالبہ
کرتا ہے کہ میرے بچو! اے کرّہ
ارض کے اس حصّہ میں رہنے والو!
میری مضبوطی اور استحکام اور بقا
کے لئے اپنی انتہائی قربانیاں پیش کرو"
دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس نے صرف
باتوں ہی باتوں سے دنیا کو فتح کر لیا ہو۔ قومیں ہمیشہ
مصیبتوں اور ابتلاؤں کی تلوار کے سائے تلے بڑھتی
اور ترقی کرتی ہیں۔ چنانچہ اسے میرے بھائیو! اسے
شمع احمدیت کے پروانو! ہمیں وقت کی آواز کو
پہچاننا ہوگا۔ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اپنے
عزائم کو اور بھی پختہ کرنا ہوگا اور وہ عظیم الشان
ذمہ داریاں جو ہم پر عائد ہوتی ہیں ان کے مطابق قربانیاں
بھی بڑھ چڑھ کر پیش کرنا ہوں گی کیونکہ کامیابی کا راز
اسی میں پوشیدہ ہے۔
اے خدا تو ہماری مدد فرما اور ہمیں اپنی ذمہ داریاں
نبھانے کی توفیق عطا فرما۔ آمین
(ایم۔ اے قمر۔ مغلپورہ، لاہور)

وقفِ زندگی کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو
اس لئے دنیا میں مبعوث فرمایا تا اسلام کے مرجھائے
ہوئے باغ کو نئے سرے سے تر و تازہ کریں۔ اور
اس کی عظمت و برتری کو ادیان باطلہ پر ثابت کریں تاکہ
اسلام کی سربلندی اور جاہ و جلال کا جھنڈا پوری
آب و تاب کے ساتھ دنیا پر لہرانے لگے۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام وقف زندگی
کے بارے میں فرماتے ہیں:۔
"انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ
کی راہ میں زندگی وقف کرے۔ میں
نے اخباروں میں پڑھا ہے کہ فلاں
آریہ نے اپنی زندگی وقف کر دی اور
فلاں نے اپنی عمر مشن کو دیدی ہے۔
مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام
کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں
اپنی زندگی وقف نہیں کرتے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر
نظر کر کے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ
کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے
اپنی زندگیاں وقف کی جاتی ہیں۔ کاش
مسلمانوں کو معلوم ہوتا۔ اس تجارت
مفاد اور منافع پر انہیں اطلاع ہوتی
جو خدا کے لئے اپنی زندگی وقف کرتا
ہے کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے؟ ہرگز
نہیں" (ملفوظات جلد دوم ص۹۹)
مندرجہ بالا الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح پاک
علیہ السلام کے دل میں زندگی وقف کرنے کی کتنی اہمیت
اور شدید تڑپ تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں:۔
"جو شخص دین کے لئے اپنی زندگی

وقف کرتا ہے وہ ادنیٰ نہیں بلکہ اعلیٰ ہے بشرطیکہ ہر قسم کی کوتاہی سے اپنے آپکو بچائے۔"

پھر فرماتے ہیں :۔

"مجھے ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو اپنی زندگیاں خدمتِ دین کے لئے وقف کریں۔ پس میں آج پھر اپنی جماعت کے نوجوانوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ہمت کر کے آگے آئیں اور اس جوش کا ثبوت دیں جس کا اظہار وہ اس طرح کیا کرتے ہیں کہ اپنی جانیں احمدیت کی عزت کی حفاظت کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

(الفضل ۸ر دسمبر ۱۹۳۴ء)

پھر وقفِ زندگی کی اہمیت کے بارے میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں :۔

"مجھے امید ہے کہ ہمارے نوجوان ان شرائط کے ماتحت جلد از جلد اپنے نام پیش کریں گے تا اس سکیم پر کام کر سکیں جو میرے مدِّنظر ہے۔ پس جو بھی اپنے آپ کو پیش کریں۔ پختہ عزم اور ارادہ کے ساتھ کریں۔"

نیز فرمایا :۔

تبلیغ اسلام کے واسطے ایسے آدمیوں کے دوروں کی ضرورت ہے مگر ایسے لائق آدمی مل جائیں کہ وہ اپنی زندگی اس کی راہ میں وقف کر دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ بھی اشاعتِ اسلام کے واسطے دُور دراز ملکوں میں جایا کرتے تھے۔ یہ چین کے ملک میں کئی کروڑ مسلمان ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی صحابہؓ میں سے کوئی شخص پہنچا ہوگا۔" (ملفوظات جلد دہم صفحہ ۴۴۱)

آخر میں میری دُعا ہے کہ خدا ہمیں وقف کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے تا ہم اسلام کی حقیقی خدمت کر سکیں۔ آمین

(محمد حمید الحق۔ گنج مغلپورہ، لاہور)

تعلیم کی اہمیّت ——— احادیث کی روشنی میں

(نصیر احمد چوہدری۔ ملتان)

۱۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ (ابن ماجہ)
علم کی طلب ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

۲۔ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔
مَیں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

۳۔ اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا۔
مَیں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔

۴۔ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ۔
علم حاصل کرو خواہ تمہیں اس کیلئے چین جانا پڑے۔

۵۔ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ۔
ماں کی گود سے لے کر قبر تک علم حاصل کرتے رہو۔

۶۔ عالم کو عابد پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے جیسے چودھویں کے چاند کو سارے ستاروں پر۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

۷۔ جس نے علم کی طلب کی اور وہ کامیاب ہوا تو اُسے دوگنا اجر ملے گا اور اگر ناکام رہا تو اکہرا اجر ملے گا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

۸۔ اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اُسے دین میں سمجھ عطا کر دیتا ہے۔ (بخاری کتاب العلم)

۹۔ مومن علم سے کبھی سیر نہیں ہوتا حتّٰی کہ جنّت میں پہنچ جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

۱۰۔ جو آدمی علم کی تلاش میں نکلتا ہے وہ واپسی تک اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔

۱۱۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء نے درہم دینار کا نہیں، علم کا ورثہ چھوڑا ہے۔ (مشکوٰۃ)

۱۲۔ اگر طالب علم کو علم کی تلاش میں موت آجائے تو وہ شہید ہے۔ (جامع بیان العلم)

۱۳۔ ایک بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جب تم جنّت کے باغوں میں سے گزرو تو اُن کا پھل کھاؤ۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! جنّت کے باغ کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا علم کی مجلسیں۔ (الترغیب والترہیب۔ کتاب العلم)

۱۴۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ ایک مجلس میں اللہ کا ذکر کیا جا رہا تھا اور دوسری میں کا علم حاصل کیا جا رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا علم والے افضل ہیں۔ اور آپؐ اس مجلس میں شریک ہو گئے۔

(بحوالہ مشکوٰۃ کتاب العلم)

صحابہؓ کرامؓ کی نظر میں

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا:۔

"رات کو ایک گھڑی علم سیکھنا ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے"

۲۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

"علم دولت سے بہتر ہے۔ علم پاسبانی کرتا ہے اور دولت کی پاسبانی نہیں کرنی پڑتی ہے۔ علم حکمران ہوتا ہے اور دولت پر حکمرانی کی جاتی ہے۔ دولت خرچ کرنے سے کم ہوتی ہے اور علم بڑھتا ہے"

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:۔

"فقہ کی ایک مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے"

و۔ ا۔ حنیف۔ لاہور

وقت ــــ اور ــــ فطرت

تمام مخلوقاتِ عالم میں سے وقت کا شعوری طور پر احساس صرف حیوانات کو ہے اور ان میں سے بھی محض ایک انسان ہی اسے علمی طور پر شمار کرسکتا ہے۔ دنیا میں موجود تمام اشیاء بنتی اور بگڑتی رہتی ہیں۔ بے شک وہ تمام عناصر جن سے دنیا بنی ہے مقدار کے لحاظ سے ہمیشہ یکساں رہتے ہیں۔ لیکن وقت جو کہ تمام تبدیلیوں کے لئے لازمی جزو ہے جوہری ذرات کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ مثلاً ڈائنامیٹ $\frac{1}{25000}$ سیکنڈ میں ہی ٹھوس سے گیس بن جاتا ہے لیکن پھر بھی اس کے ذرات میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

دنیا کی تمام اشیاء جو کہ جاندار ہیں وقت کو ناپتی ہوئی ضرور معلوم ہوتی ہیں لیکن اس کے آثار صرف بے جان اشیاء میں محفوظ رہتے ہیں۔ کرۂ ارض جس وقت یخ بستہ تھا اُس دَور کی برفانی چٹانوں نے مٹی کے بعض ایسے قطعے یادگار چھوڑے ہیں جو وقت کے قریباً ہر وقفے کی نشان دہی کرتے ہیں اور اُس دَور کے درجۂ حرارت کا ایک خام اندازہ بھی بہم پہنچاتے ہیں۔ اور یہی کیفیت پُرانے زمانے کے غاروں کی ہے جن میں دھوئیں کی قلمیں اور نمکین ستون اپنی کیفیات سے عہد بہ عہد کی داستانیں بیان کرتے ہیں لیکن اپنے اس کارنامے کا کوئی احساس اور شعور نہیں رکھتے۔

جاندار اشیاء جو کہ اپنی مقررہ میعاد تک ہی زندہ رہتی ہیں اور اس کے بعد اپنی انفرادی حیثیت میں معدوم ہو جاتی ہیں ان میں سے انسان کے سوا کوئی زندہ شے اپنی فطری حالت میں شعوری طور پر وقت کو کسی پیمانے سے نہیں ناپتی۔ بلکہ خود وقت تمام زندہ اشیاء کی میعادِ حیات کو ناپتا اور پیدائش سے لیکر موت تک ان کی تمام سرگرمیوں پر نظر رکھتا ہے۔ وقت کی ایک ایسی کیفیت بھی موجود ہے جسے حیاتیاتی وقت کہہ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر بچوں کو وقت بہت آہستہ آہستہ گزرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں بڑی عمر کے لوگوں کا وقت آناً فاناً گزر جاتا ہے۔ اس کی وجہ جسم کے خلیوں کی افزائش ہے۔ چونکہ ہر جاندار کے خلیات اس کی زندگی کے آغاز میں بڑی سرعت سے ترقی کرتے ہیں اور اس کے انجام کے وقت سست ہو جاتے ہیں۔ لیکن زندگی کے دَوروں کا اس وقتِ مطلق سے بظاہر کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا جسے ہم بنیادی طور پر اجرامِ فلکی کی رفتار و حرکت سے ناپتے ہیں۔ کیا سائنسدانوں کا یہ خیال درست ہو سکتا ہے کہ اگر ہمیں حیاتِ جاوید میسّر آجائے تو ہم وقت کو ہیئت کے

پیمانوں سے نہیں بلکہ واقعات کے اعتبار سے ناپنے لگیں۔

اگر ہم مختلف جانداروں کی دنیا میں جائیں تو غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وقت کا اثر ہر جاندار پر موجود ہے۔ سمندر کی مچھلیوں کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ مچھلیاں سال بھر میں ایک مقررہ وقت پر انڈے دیتی ہیں لیکن اس عمل میں وہ محض فطرت کے احکام کی تعمیل کرتی ہیں وقت کا تعین اُن کی جانب سے نہیں ہوتا۔ دوسری جانب ایک انسان کئی کام روزانہ ایسے کرتا ہے جس کے لئے اس نے خود وقت کا تعین کیا ہوتا ہے۔ پودوں میں دیکھیں تو ہر پودا قدرت کے قانون کے تحت سال کے ایک خاص موسم میں ہی بار آور ہوتا ہے۔ بعض درختوں کو پھل لانے سے پہلے ایک خاص عمر تک پہنچنا پڑتا ہے ان درختوں میں بھی وقت کا تعین اُن حلقوں سے ہوتا ہے جو کہ تنوں میں عمر کے ساتھ ساتھ پڑتے رہتے ہیں اور ان کی عمروں کے سال برابر بتاتے رہتے ہیں۔

مشاہدے سے پتہ چلا ہے کہ بعض قسم کے جھینگروں کی چہچہاہٹ کی تعداد درجۂ حرارت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ اس تعداد کا بڑا احتیاط سے حساب رکھا گیا اور اس کے مطابق درجۂ حرارت کی تشخیص کی گئی تو معلوم ہوا کہ جھینگر کے گیتوں کی تعداد اور فضائی حرارت میں ایک دائمی تناسب قائم رہتا ہے اور کبھی شب گیتوں کی فی منٹ تعداد اور اس کی متوازی فضائی حرارت میں کبھی دو درجے فارن ہیٹ سے زیادہ فرق نہیں پڑا۔ پھر ان چہچہاہٹ کے شروع ہونے کا وقت بھی موسم کے مطابق باقاعدہ اور قریب قریب یکساں رہتا ہے۔ ایک ماہر نے اٹھارہ اقوں تک اس وقت کا اندراج کر کے معلوم کیا کہ مسرت کے اس نغمے کے آغاز میں کبھی پانچ منٹ سے زیادہ بے قاعدگی نہیں ہوئی۔

اسی طرح یورپ کے ایک شہر میں ایک نہر ہے جس کے پُل پر سے نہر میں رہنے والی بطخوں کو غذا دی جاتی تھی۔ یہ بطخیں پوری پابندی سے وقت مقررہ پر وہاں پہنچتیں اور پہنچتے ہی ایک برقی گھنٹی بجا کر داروغہ پُل کو اپنی آمد سے مطلع کر دیتیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے کبھی ایک منٹ کی بھی دیر نہ کی تھی۔ یہ سب کچھ شعوری ردِّ عمل کے طور پر یا فطرتی تھا ورنہ ان بطخوں کے پاس وقت ناپنے کا کوئی آلہ نہ تھا۔

اس سے بھی حیران کُن مشاہدہ وہ ہے جو کہ امریکہ کے علاقہ نیو انگلینڈ کی سترہ سالہ ٹڈی کے متعلق کیا گیا ہے۔ یہ ٹڈیاں مسلسل سترہ سال تک اپنی زیرِ زمین تیرہ و تار پناہ گاہوں میں دبی پڑی رہتی ہیں۔ ان سرد خانوں کا درجۂ حرارت قریب قریب یکساں رہتا ہے اور سردی و گرمی میں چند درجوں سے زیادہ اونچا نیچا نہیں ہوتا۔ یہیں یہ ٹڈی اپنی عمر کے پورے سترہ سال گزار دیتی ہے اور پھر مئی کے مہینے کی چھبیس تاریخ کو سوائے چند کاہل ٹڈیوں کے ان تہ خانوں سے باہر نکل آتی ہیں۔ کاہل ٹڈیاں چند دن کے بعد وار

ہوتی ہیں۔ یہ ۲۴ مئی کو بیرونی جہان کی نکھری ہوئی فضا پر چھا جاتی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ان کے سیاہ خانے میں وقتِ رحلت کا اعلان کرنے کے لئے کوئی گھنٹی نہیں بجتی، کوئی جرس فریاد نہیں کرتا، کوئی پچھلے برس کا واقعہ یاد دہانی نہیں کرواتا۔ اس کے باوجود ان کے ظہور میں کبھی ایک دن کا بھی فرق نہیں پڑتا۔

اگر ہم ایک کینچوے کو دیکھیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ جب یہ رینگتا ہے تو ایک باقاعدہ وقفے کے ساتھ ایک کھڑی کنڈلی بناتا اور کھولتا چلا جاتا ہے اور اگر وہ گن یا ناپ سکتا تو وہ اسی کنڈلی کے قبض و بسط سے فاصلے اور وقت دونوں کو ناپ لیتا لیکن ظاہر ہے کہ اُسے ریاضی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ رہا فاصلے کو کُنڈلی سے ناپنے کا معاملہ تو اس میں ہنسی کی کوئی بات نہیں کیونکہ ہم انسانوں نے بھی ناپنے کا پہلا پیمانہ فٹ یعنی پاؤں کی لمبائی کو قرار دیا تھا۔

سو اگر صحیح طور پر دیکھا جائے تو زندگی کے کم و بیش سب مظاہر و عناصر وقت کی پابندی کرتے اور کسی نہ کسی طرح اس کا اندراج بھی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن انسان کے سوا وقت کے شعوری احساس سے معرا ہوتے ہیں۔ موسم، درجاتِ حرارت، رات اور دن، مد و جزر یہ سب زندگی کی ترتیب کے ضوابط ہیں۔ عملِ ارتقاء نے وقت ناپنے اور اس کا ساتھ دینے والی ایسی طبعی عادات کو فروغ دیا ہے جو بظاہر خودکار نظر آتی ہیں مثلاً نبض کی حرکت اور ہاضمے کا عمل۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ ایک خاص وقت صبح اُٹھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ رات کو خواہ کتنی دیر میں بھی لگا کر سوئیں صبح مقررہ وقت پر اُن کی آنکھ ضرور کھل جائیگی۔ جس کی وجہ ہمارا شعور اور ہماری فطرت ہے۔

انسان نے مادہ سے زمان میں جو زمان کا اضافہ کیا ہے۔ ظاہر ہے اسے نہ ہی کسی میزان میں تولنا ممکن ہے اور نہ ہی اس کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ زمین تک محدود اس نظام کو کائنات اور اسکے کائناتی قانون سے بہ حیثیت مجموعی قطعاً کوئی نسبت نہ ہو لیکن یہ ہمارے غیر شعوری محرکات پر ایسی شدت سے اثر انداز ہے کہ کوئی زندہ چیز اس کے تسلط سے آزاد نہیں ہو سکتی۔

انسان کو بطور حیوان کے وقت کا کوئی خاص شعور ارزانی نہیں ہوا لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ اپنی نفسانی تحریکات پر وقت کے اثرات کو ایک حد تک منظم ضرور کر سکتا ہے۔ انسانِ قدیم سے اگر اس کی عمر پوچھی جاتی تو وہ صرف اس صورت میں اس کا کچھ اندازہ کر سکتا تھا کہ اس کی مختلف منزلوں سے گزرنے والے واقعات سے مقابلہ کرتا۔ اس کے لئے اعداد کا صحیح شمار بھی مشکل تھا۔ وہ کسی چیز کی تعداد بس اس حد تک یاد رکھ سکتا تھا کہ وہ کم تھی یا زیادہ۔ موجودہ زمانے کا آدمی بھی تاریخیں یاد رکھنے کی کوئی خاص کوشش نہیں کرتا لیکن بہرحال اسکے امکان سے یقیناً خارج ہے کہ وہ نیو انگلینڈ کی ٹڈی کی طرح سولہ سال کسی سرد خانے میں بند رہ کر سترھویں برس کی ٹھیک چوبیس مئی کو اس سے برآمد ہو جائے جو کہ حقیقتاً ایک فطری پیمائشِ زمان کا عمل ہے۔

سید کلیم محمود
کراچی

قرونِ اولیٰ کے مُسلم نوجوانوں کی
جرأت و بہادری

مسلمانوں نے نہایت ہی قلیل تعداد اور بے سروسامانی کی حالت میں چند ہی سالوں میں دُنیا کا نقشہ بدل دیا تھا۔ اس کی کئی وجوہات تھیں جن میں سے ایک ان لوگوں کی غیر معمولی جرأت و بہادری ہے۔ غیر معمولی قوتِ ایمان اور عشقِ الٰہی سے سرشار وہ نہ اپنی زندگی کی کوئی قدر و قیمت سمجھتے تھے نہ ہی اپنے عزیز و اقارب کی۔ اُن کے حوصلے اتنے بلند اور ارادے اس قدر مضبوط تھے کہ سخت مشکلات کے وقت بھی وہ کسی سے خوف نہیں کھاتے تھے۔ ان کی جرأت و بہادری کے لاتعداد واقعات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

(۱) صحابہ کرامؓ نے جب مدین میں داخل ہونا چاہا تو بیچ میں دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اس وقت اس مشکل کا کوئی حل نہ تھا۔ آخر ان جوانمردوں نے نتائج سے بے پروا ہو کر اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور ان میں سے اکثر صحیح سلامت کنارے پر پہنچ گئے۔ اس طرح دریا پار کر کے جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو ایرانیوں نے فوراً شہر خالی کر دیا۔

(۲) قادسیہ کے میدان میں حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں جب ایرانیوں کے ساتھ فیصلہ کُن جنگ ہوئی تو ایک سخت مشکل پیش آئی۔ ایرانی ہاتھیوں کو میدانِ جنگ میں لاتے اور وہ جس طرف رُخ کرتے مسلم مجاہدین کو کچلتے ہوئے چلے جاتے۔ حضرت قعقاعؓ نے یہ تدبیر کی کہ اونٹوں پر سیاہ رنگ کے جھول ڈال کر ان کو ہاتھیوں کے مقابل کھڑا کیا مگر اس سے بھی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے اور ہاتھیوں کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ انہیں بعض پارسی نومسلموں نے بتایا کہ اگر اُن کے سُونڈ اور آنکھیں بیکار کر دی جائیں تو پھر یہ کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ آپ نے حضرت قعقاعؓ، حضرت حمالؓ اور حضرت ربیلؓ کو اس کام پر مامور کیا۔ ان تینوں بہادروں نے ہاتھیوں کو گھیرے میں لے لیا اور برچھے مار مار کر ان کی آنکھیں ضائع کرنے

لگے۔ ہاتھیوں میں ایک سفید رنگ کا ہاتھی بھی تھا جسے اُن کا سپہ سالار کہا جا سکتا ہے۔ حضرت قعقاع رضؓ نے جرأت سے کام لیکر اس کی سونڈ پر ایسی تلوار ماری کہ وہ کٹ کر الگ جا پڑی اور وہ بے قرار ہو کر ایسا بھاگا کہ سب ہاتھی اُس کے پیچھے ہو لیئے۔

(۳) جرأت اور بہادری صرف یہ نہیں کہ انسان تلوار کے ساتھ میدانِ جنگ میں دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہو بلکہ صداقت کو اس وقت قبول کرنا جب ہر طرف سے اس کی مخالفت ہو رہی ہو اور صداقت کو قبول کرنا گویا اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہو اس کی حمایت کے لئے کھڑے ہو جانا اصل جرأت و بہادری ہے۔

حضرت علی رضؓ کی عمر بمشکل چودہ پندرہ برس کی ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کو تبلیغ کرنے کے لئے ایک دعوت کا انتظام کیا۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو آپؐ نے اُٹھ کر اُن کو دعوتِ اسلام اور فرمایا کہ میں تمہارے سامنے دین و دنیا کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں۔ کون ہے جو میرا معاون و مددگار ہوگا سب لوگ یہ بات سُن کر خاموش ہو گئے لیکن حضرت علی رضؓ نے اُٹھ کر فرمایا کہ گو میں سب سے چھوٹا ہوں اور کمزور ہوں تاہم آپؐ کا دست وبازو بنوں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر اس سوال کو دُہرایا۔ آپؐ نے تین مرتبہ ایسا کیا لیکن تینوں مرتبہ کوئی نہ بولا سوائے حضرت علی رضؓ کے۔ کہ آپ نے تینوں مرتبہ کھڑے ہو کر آپؐ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ اور اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی کہ خاندان کے سب بڑے بڑے لوگ اس بار کو اُٹھانے سے انکار کرتے ہیں۔

(۴) بہادری اور جرأت کے واقعات صرف مردوں تک ہی محدود نہیں بلکہ عورتوں میں بھی یہ وصف نمایاں نظر آتا ہے۔ غزوۂ خندق کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمان خواتین کو ایک قلعہ میں محفوظ کر دیا تھا اور وہاں حضرت حسّان رضؓ کی ڈیوٹی لگا دی تھی۔ ایک دفعہ ایک یہودی قلعہ پر حملہ کی راہ تلاش کرتا ہوا اس کے پھاٹک پر پہنچا۔ حضرت صفیہ رضؓ نے اسے دیکھا تو حضرت حسّان رضؓ سے کہا کہ اسے قتل کر دیں ورنہ یہ جا کر اپنے ساتھیوں کو اطلاع دیدے گا جس سے حملہ کا خطرہ ہے لیکن حضرت حسّان رضؓ کی طبیعت ایک بیماری کی وجہ سے ایسی ہو گئی تھی کہ وہ خونریزی کو دیکھ بھی نہ سکتے تھے اسلئے انہوں نے معذوری کا اظہار کیا۔ یہودی کے صحیح سلامت واپس چلے جانے کی صورت میں چونکہ سخت خطرے کا احتمال تھا اسلئے حضرت صفیہ رضؓ آگے

بڑھیں۔ خیمہ کی ایک چوب اکھاڑی اور قلعہ سے اتر کر اس زور سے یہودی کے سر پر ماری کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت صفیہؓ نے اس کا سر کاٹ کر قلعہ سے نیچے پھینک دیا تاکہ یہودیوں پر رعب طاری ہو جائے۔ چنانچہ اس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ یہودیوں نے یہ سمجھ لیا کہ قلعہ میں بھی ضرور فوج موجود ہے اور اس وجہ سے انہیں قلعہ پر حملہ کی جرأت نہ ہوئی۔

(۵) محض شجاعت اور بہادری ہرگز کام نہیں آسکتی بلکہ اس کے ساتھ فہم و فراست سے کام لینا بھی کامیابی کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

جنگِ قادسیہ کے موقع پر جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو پہلے لشکرِ ایران میں سے ایک شاہزادہ ہرمز نامی میدان میں نکلا اور مبارز طلب کیا۔ حضرت غالبؓ بن عبداللہ اسدی اس کے مقابلے کیلئے نکلے اور فوراً ہی اُسے گرفتار کر کے اسلامی لشکر میں لے آئے۔ اس کے بعد اہلِ فارس کا ایک اور بہت تنومند پہلوان آیا اس کے مقابلے کے لئے حضرت عاصم پہنچے اور دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی لیکن تھوڑی ہی دیر بعد ایرانی پہلوان میدان سے بھاگا۔ حضرت عاصمؓ اس کا پیچھا کیا اور عین اُس وقت جبکہ وہ اپنے لشکر کی صف اول کے قریب پہنچ چکا تھا پیچھے سے اسکے گھوڑے کی دُم کو پکڑ کر اُسے ایک قدم بھی اٹھانے سے روک دیا اور پھر اس پہلوان کو اسکے گھوڑے سے زبردستی اُٹھا کر اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا اور اس طرح گرفتار کر کے اپنی فوج میں لے آئے۔

احمد حنیف
ربوہ

دشمن دوست

(اس واقعہ میں نام فرضی ہیں!)

آج سے دس بارہ سال قبل کی بات ہے اور یہ واقعہ جو میں آپ کو سنانے لگا ہوں اس کا تعلق سرگودھا کے ایک قریبی گاؤں سے ہے جس کا فاصلہ سرگودھا سے سات آٹھ میل ہے۔ حمید اس گاؤں کے ایک اچھے کھاتے پیتے زمیندار گھرانے کا فرد تھا۔

۲۲-۲۳ برس کا یہ نوجوان اپنے والد کے ساتھ اپنی زمینوں پر ہی کام کی نگرانی کرتا تھا۔ اس کا باپ چونکہ بوڑھا ہو چکا تھا اس لئے کام کی زیادہ تر ذمہ داری اسی کے سر تھی۔ اپنی سہولت اور زمین کی بہتر دیکھ بھال کے لئے انہوں نے ایک پرانا ٹریکٹر خریدنا چاہا۔ گھر پر پوری رقم موجود نہ ہونے کی وجہ سے اُسے سرگودھا جا کر بنک سے رقم نکلوا کر لانا تھی۔ اُس نے باپ سے پانچ ہزار روپے کا چیک لیا اور سائیکل پر ہی سرگودھا کی سمت چل پڑا۔ دوپہر کے وقت اس نے گاؤں سے رقم نکلوائی اور شہر میں ایک دو مزید کام کرتے کرتے اُسے شام ہو گئی۔ ۴½ بجے وہ شہر سے روانہ ہوا۔ سردیوں کے دن تھے اُس نے منہ وغیرہ لپیٹ لیا اور سائیکل پر گاؤں کی سمت چل پڑا۔ سردی کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ سائیکل چلا رہا تھا۔ چنانچہ ابھی وہ شہر سے دو میل ہی ادھر آیا تھا کہ اندھیرا پھیلنے لگا۔ چونکہ سردی کا زور تھا اسلئے دُور دُور تک کوئی ذی حس دکھائی نہ دیتا تھا۔ تین میل پکی سڑک پر جانے کے بعد ایک کچے رستے پر پانچ میل چلنے کے بعد حمید کا گاؤں آتا تھا۔

حمید جب کچے رستے پر جانے کے لئے مڑا تو اُسے احساس ہوا کہ سائیکل پر کوئی شخص اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ اُسے کچھ دُور چلنے کے بعد احساس ہوا کہ یہ کوئی لٹیرا ہے ــــ اور یہ وہی شخص تھا جو بنک میں اس کے ساتھ کھڑا اُسے رقم نکلواتے دیکھ رہا تھا اور اسکے علاوہ وہ اُسے بازار میں بھی ایک دو جگہ نظر آیا تھا۔ لیکن اس نے صرف اتفاق سمجھتے ہوئے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ اب جو اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اسکے پسینے چھوٹ گئے کیونکہ اُس کے تعاقب میں آنے والے کے ایک ہاتھ میں پستول تھا اور وہ تیز تیز سائیکل چلا کر درمیانی فاصلہ کم کر رہا تھا۔ حمید نے جب یہ دیکھا کہ اب نہ تو بھاگ نکلنے کا ہی کوئی راستہ ہے اور نہ ہی اس سرد شام میں کسی مدد کی اُمید ہو سکتی ہے تو اُس نے ایک ترکیب پر عمل کرنے کا سوچا۔ اُس نے یہ ظاہر کرتے ہوئے جیسے وہ اپنے تعاقب کرنے والے سے لاعلم ہے آرام سے

سائیکل کھڑا کیا اور نزدیکی مکئی کے کھیت میں یہ ظاہر کرتے
ہوئے داخل ہو گیا جیسے وہ رفع حاجت کرنے گیا ہے۔
اُس لٹیرے نے یہ خیال کیا کہ چلو اچھا موقع ہاتھ آگیا ہے
اب جب وہ مکئی کے کھیت سے نکلے گا تو میں پستول
دکھا کر تمام رقم اس سے چھین لوں گا۔ اسی انتظار میں وہ
وہاں دس پندرہ منٹ کھڑا رہا۔ لیکن جب دس پندرہ
منٹ انتظار کرنے پر بھی وہ مکئی کے کھیت سے باہر نہ
آیا تو اُس نے سوچا کہ شاید اُس نے مجھے دیکھ لیا ہے
اور مجھ سے جان بچانے اور مجھے تنگ کرنے کے لئے
مکئی کے کھیت میں چھپا بیٹھا ہے۔ اُس نے سوچا کیوں نہ
فصل کے اندر ہی اُسے ڈھونڈ کر اپنا کام کر لیا جائے۔
یہ سوچ کر وہ حمید کو ڈھونڈنے مکئی میں داخل ہوا۔
لیکن کافی تلاش کے بعد بھی وہ حمید کو نہ ڈھونڈ سکا۔
اس نے تمام نزدیکی کھیت کھنگال مارے لیکن اُس کا
شکار اُسے نہ مل سکا۔ اُس نے چند منٹ سائیکل کے
پاس دوبارہ اُس کا انتظار کیا لیکن اُسے غائب پا کر
یہ سوچتے ہوئے کہ چلو بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی وہ
حمید کا سائیکل اُٹھا کر ہی چلتا بنا۔

دوسری طرف حمید کا حال سنیئے۔ اُس نے جب
یہ دیکھا کہ اب پانچ ہزار روپے سے ہاتھ دھونے پڑینگے
تو اُس نے اس رقم کی بجائے اپنا سائیکل قربان کرنے کی
سوچی۔ اُس نے سائیکل پگڈنڈی پر چھوڑ کر مکئی میں
داخل ہوتے ہی دوسری طرف سے باہر نکلنے کی جلدی
کی اور نزدیکی گاؤں جہاں اُس کی خالہ کا گھر تھا اُس طرف
دوڑ لگادی۔ وہ بھاگم بھاگ خالہ کے گھر پہنچا۔ اُس نے
وہاں پہنچ کر تمام قصہ سُنایا اور یہ ارادہ کیا کہ ابھی
گھر جانا ٹھیک نہیں اس لئے رات خالہ کے گھر ہی قیام
کیا جائے جو اُس کی منگیتر کا بھی گھر تھا کیونکہ خالہ کی
لڑکی سے اس کی منگنی ہو چکی تھی۔ اس کی خالہ کا بھی ایک
جوان لڑکا تھا جو بہن سے بڑا تھا۔ اس کے وہاں قیام
کے ارادہ کے ساتھ ہی اس واقعہ نے جنم لیا جس کی اُمید بھی
نہ کی جا سکتی تھی۔ ہوا یوں کہ خالہ نے اُسے بتایا کہ اُس کی
اور اُس کی منگیتر کے بھائی اکرم کی چارپائی گھر سے باہر
جانوروں کے احاطہ کے ساتھ بچھادی گئی ہے اسلئے وہ
دونوں وہاں سو جائیں۔ اکرم نے جب یہ سُنا کہ حمید کی
جیب میں پانچ ہزار روپیہ نقد موجود ہے تو اس رقم کی
وجہ سے اس کا من بھی پاپی ہو گیا۔ اُس نے اُسی وقت اپنے
گاؤں کے ایک بدمعاش کو بُلوایا اور اُسے پانچسو روپے
کا لالچ دیکر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ رات کو حمید کو
قتل کر دے۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ صبح کے وقت وہ یہ
مشہور کر دے گا کہ رات کو ڈاکو اُسے لوٹ کر لے گئے
ہیں اور مزاحمت کرنے کی وجہ سے اُسے جان سے بھی
مار گئے ہیں۔ اُس نے اس بدمعاش کو اچھی طرح بتادیا
کہ اس چارپائی پر حمید سویا ہوگا۔ تم پورے بارہ بجے
آنا اور میں بھی اُس وقت تمہیں اس احاطہ کے دروازہ
کے باہر ہی ملوں گا اور اگر میں نہ بھی مل سکوں تو تم اس
چارپائی پر لیٹے ہوئے حمید کو قتل کر کے اپنی راہ لینا۔
اکرم نے قتل کا نصف معاوضہ یعنی ڈھائی صد روپیہ
اُسی وقت اُس بدمعاش کو ادا کر دیا۔

جس وقت یہ سودا طے ہو رہا تھا اُس وقت

اکرم کی بہن اور حمید کی منگیتر یہ تمام باتیں چھپ کر سُن رہی تھی۔ اُسے بھائی کی اس مذموم حرکت پر بہت غصہ آیا اور اُس نے بے گناہ منگیتر کو بچانے کی پوری نیت کر لی۔ اس ارادہ سے وہ اُسی وقت چُھپ کر حمید کو ملی اور اُسے تمام حالات بتا کر یہ مشورہ دیا کہ وہ رات کو بارہ بجے سے قبل اپنی چارپائی سے غائب ہو جائے۔ چنانچہ حمید نے اُسی وقت اُسی گاؤں میں اپنے ایک دوست کو بلایا اور کہا کہ مجھے اپنی منگیتر کے گھر رہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے اس لئے میں کھانا کھا کر رات تمہاری طرف آ کر سو رہوں گا۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور رات دس بجے جب یہ دیکھا کہ اکرم بھی اپنی چارپائی سے غائب ہے وہ چپکے سے اُٹھا اور اپنے دوست کے گھر چلا گیا۔

رات گیارہ بجے کے قریب اکرم اُس بدمعاش سے ساری بات طے کر کے واپس اپنے گھر پہنچا اور سیدھا حمید کو دیکھنے گیا۔ لیکن جب اُس نے حمید کی چارپائی خالی پڑی ہوئی دیکھی تو وہ یکدم چکرا گیا۔ وہ حمید کے اس یکدم غائب ہو جانے کے متعلق یہ سوچتا ہوا اُسی کی چارپائی پر اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ وہ بدمعاش آئے تو اُسے ساری بات کہہ دے۔ اکرم کو خیال ہوا کہ شاید حمید نے اس کی گفتگو سُن لی ہے اور اب وہ غائب ہو گیا ہے۔ ابھی اکرم یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ اُسے اونگھ سی آ گئی اور وہ وہیں سو رہا۔

رات بدمعاش جب حمید کو قتل کرنے کے ارادہ سے پہنچا تو سیدھا حمید کی چارپائی پر گیا اور ایک ہی وار میں اپنے شکار کو ٹھنڈا کر کے خوشی خوشی گھر کی طرف روانہ ہو گیا کہ یہ پانچصد تو مفت میں ہی ہاتھ آ گئے جن میں سے نصف وہ وصول کر چکا تھا اور نصف صبح تک مل جانے کی توقع تھی۔

صبح کے وقت جب میں اُس گاؤں سے گزرا تو گاؤں میں ایک صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی۔ ہر ایک آدمی کا چہرہ سوگوار تھا اور سب سے زیادہ بین اکرم کی بہن ہی ڈال رہی تھی۔ اُن کی والدہ کا حال بھی کافی بُرا تھا۔ اور اس رونے دھونے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ گھر میں پڑی ہوئی لاش حمید کی بجائے اکرم کی تھی۔

ہوا یوں کہ جب اکرم نے آ کر حمید کو بستر سے غائب پایا تو وہ وہیں لیٹ کر سوچنے لگ گیا اور اسی سوچ میں اس کی آنکھ لگ گئی اور جب رات کو وہ بدمعاش ارادۂ قتل سے آیا تو اُس نے چہرہ پہچانے بغیر حمید کی چارپائی پر وار کر کے وہاں سونے والے کو ڈھیر کر دیا اور اس طرح غلطی سے اس کے ہاتھوں حمید کی بجائے اکرم ہی شکار ہو گیا۔ اکرم کی بہن بھائی کی اس ناگہانی موت سے بہت افسردہ تھی جس کی وجہ دراصل وہ خود بنی تھی کیونکہ نہ وہ حمید کو صورتِ حال سے آگاہ کرتی اور نہ حمید کی جگہ اکرم بستر پر لیٹتا۔ مگر اُس کے دل میں ایک خوشی بھی تھی کہ اُس کے اس فعل کی وجہ سے ایک بے گناہ اور شریف آدمی کی جان بچ گئی۔

عبدالکریم قدسی
لاہور

نیا دور

خودرو کلیوں کی رفاقت بھی سہانی ہوگی
خود سے بیزار نہ اب رات کی رانی ہوگی

وہ گیا دور کہ جب ہونٹ سِلے ہوتے تھے
اب تو ہر بزم میں ہر بات زبانی ہوگی

اب تو مرجھائے ہوئے پھول کی قسمت میں بھی
نکہتِ یادِ بہاری کی جوانی ہوگی

غم کے آثار نہ اب دل کی جبیں پہ ہوں گے
نہ ہی عنوانِ وفا غم کی کہانی ہوگی

کون کلیوں کے تماشے میں رہا ہے شامل
اب کوئی بات نہ صیاد چھپانی ہوگی

ظلم ہوگا تو سرِ راہ یہ جم جائے گا
خونِ انسان کی قدسی یہ نشانی ہوگی

ع - ک - خ

انسان کے ننھے منے دوست

اس رُوئے زمین پر کیڑوں کی ایسی بے شمار اقسام ہیں جو ہر آن انسان کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہتی ہیں اور بے شمار طریقوں سے اُسے فائدہ پہنچاتی ہیں۔ اگرچہ بعض حشرات الارض کی ایذا دہی مسلّم ہے، لیکن اُن کی فائدہ مندی اُن کے نقصان دہ ہونے کی نسبت زیادہ اہم ہے۔

بعض حشرات سے انسان کی دوستی بہت پُرانی ہے۔ دوست کیڑے وہ ہیں جو کسی نہ کسی اعتبار سے ہمیں فائدہ پہنچاتے ہیں ___ مثلاً ریشم کا کیڑا ریشم تیار کرتا ہے اور شہد کی مکھی شہد جمع کرتی ہے وغیرہ۔

خالقِ کائنات نے اِن ننھی سی جانوں کو محض اِس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے آپکو انسان کے فائدے کے لئے تیار کریں اور وقت آنے پر اُس کے لئے فرشِ راہ بن جائیں۔

انسان کو فائدہ پہنچانے کے اعتبار سے کیڑوں کو جتنے گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اُن کا مختصر بیان درج ذیل ہے۔

انسان کو فائدہ پہنچانے والے کیڑوں میں ریشم کا کیڑا، شہد کی مکھی، لاکھ کا کیڑا کے نام سرِ فہرست ہیں۔

(۱) ریشم کا کیڑا:۔ ریشم کے کیڑے کا نام بمبکس موری (BOMBYXMORI) ہے۔ اس کا اصل وطن مغربی بنگال (بھارت) اور مشرقی پاکستان ہے۔ ایک روایت کے مطابق ریشم کے کیڑے سے انسان کی دوستی دو ہزار سال قبل قدیم چین میں شاہی محل کے پائیں باغ میں ہوئی جبکہ ملکہ سی لنگ چی نے باغ میں چہل قدمی کے دوران یہ دیکھا کہ شہتوت کی پتّیوں سے بہت سی ننھی ننھی ریشمی تھیلیاں چپکی ہوئی ہیں اور ایک نازک شاخ پر یہ کیڑا بیٹھا اپنے گرد ریشمی دھاگہ لپیٹنے میں مصروف ہے۔ ملکہ حیرت سے اسے دیکھتی رہی اور یوں اُس نے ریشم کا راز پا لیا۔ ملکہ نے ریشمی تھیلیاں جمع کیں اور بڑی کاوش سے ریشمی دھاگا کھول کر لکڑی پر لپیٹ لیا۔ اس طرح ابتداء میں چین میں ریشم کی صنعت کی بنیاد پڑی۔ ریشم کا "راز" عرصۂ دراز تک چین کی حکومت کی سخت پابندیوں کے باعث چین تک ہی رہا۔ جب استنبول کے بادشاہ "کانسٹن ٹوئل" نے دو سادھوؤں کے ذریعہ اس راز کو چُرایا تب یہ مغربی ملکوں میں پہنچا۔

ریشم کا بالغ کیڑا دودھیا رنگت کا ہوتا ہے۔

نر اور مادہ دو تین دن زندہ رہتے ہیں۔ اپنی چار روزہ زندگی میں مادہ تین چار سو ننھے، زرد، ریشمی انڈے دیتی ہے اور انہیں شہتوت کے پتوں پر چپکا کر راہیٔ ملکِ عدم ہوتی ہے۔ انڈوں سے ننھے ننھے بچے جنہیں کملا کہتے ہیں، نکل کر شہتوت کی نرم نرم پتیوں کو خوب جی بھر کر کھاتے ہیں۔ اس کے بعد کیڑا اپنے گرد ایک ہزار فٹ ریشمی دھاگے کا خوبصورت گھروندہ بناتا ہے جسے قوقون کہتے ہیں۔

ریشم کا دھاگا پہلے مائع کی صورت میں ہوتا ہے جو کیڑے کے جسم میں موجود ریشمی غدود سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ مائع زیریں لب پر موجود ایک مہین سوراخ کے ذریعہ نکلتا ہے اور ہوا لگتے ہی خشک ہو کر دھاگا بن جاتا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ پچیس ہزار کیڑے فنا ہو کر ایک پونڈ ریشم فراہم کرتے ہیں۔

ریشم کی صنعت، ریشم کے کیڑے کی مرہونِ منت ہے۔ آجکل چین اور جاپان اس صنعت کے بڑے مرکز ہیں۔ اس کے علاوہ اٹلی، فرانس، اسپین اور ہندوستان وغیرہ میں بھی اس کی صنعت قائم ہے۔ پاکستان کے بعض علاقوں میں بھی اس کی صنعت قائم ہے۔ لیکن ہماری ریشم کی صنعت ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ دنیا میں ریشم کی پیدا وار تقریباً ۷۰ کروڑ پونڈ سالانہ ہے جس کی قیمت کا اندازہ ۸۰ کروڑ روپیہ ہے۔

(۲) شہد کی مکھی

شہد کی مکھی:۔ شہد کی مکھی کی چار اقسام ہیں

۱۔ ایپس ڈورسیٹا (APIS DORSATA)، یہ مکھی بڑی جسامت کی ہوتی ہے۔

۲۔ ایپس انڈیکا (APIS INDICA)، یہ مکھی درمیانی جسامت کی ہوتی ہے۔

۳۔ ایپس میلیفیرا (APIS MELLIFERA)، یہ زیریں نوع کی مکھی ہے۔

۴۔ ایپس فلوریا (APIS FLOREA)، یہ سب سے چھوٹی مکھی ہوتی ہے۔

موخر الذکر مکھی یعنی ایپس فلوریا (APIS FLOREA) کا شہد سب سے عمدہ سمجھا جاتا ہے۔

شہد کی مکھی سماجی زندگی کی بہترین تمثال ہے۔ اس کی کالونی ملکہ (یعنی بارور مادہ)، کامگار (یعنی بانجھ مادہ) اور مگسلہ یعنی نر مکھی پر مشتمل ہوتی ہے۔ ملکہ انڈے دیتی ہے اور یوں کالونی کی افرادی قوت میں اضافہ کرتی ہے۔ نر مکھیاں کالونی کے کاہل الوجود افراد ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک ہی ایسا خوش نصیب ہوتا ہے جسے باروری کی خاطر ملکہ شرفِ باریابی بخشتی ہے اور پھر "عروسی پرواز" کے بعد وہ بے چارہ جلالِ قربِ شاہی سے دم توڑ دیتا ہے۔ بقیہ نر مکھیوں کو کالونی میں ایک وقت تک برداشت کیا جاتا ہے جس کے بعد انہیں کالونی سے نکال باہر کیا جاتا ہے۔ کارگار کالونی کے محنت پسند افراد ہوتے ہیں جو پوری تندہی سے مختلف کاموں میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ یہ پھولوں سے رس جمع کرتے ہیں، موم پیدا کرتے ہیں، چھتہ بناتے ہیں اور بچوں کی پرورش اور نگہداشت کرتے ہیں جنہیں پرورش پا کر ملکہ بن جاتے ہیں۔ جب کالونی میں ایک وقت میں

کئی ملکائیں ہو جاتی ہیں تو بوڑھی ملکہ طنطنۂ شاہی میں نوجوان ملکاؤں کو تہ تیغ کر دینا چاہتی ہے مگر کامگار مکھیاں اُسے ایسا کرنے سے باز رکھتی ہیں۔ اب بوڑھی ملکہ کامگاروں کو بطور اسکاؤٹ نئی جگہ کی تلاش میں روانہ کرتی ہے اور جگہ کے انتخاب کے بعد بوڑھی ملکہ اپنے بہت سے حوارین کے ساتھ نئے دارالسلطنت میں منتقل ہو جاتی ہے۔

شہد کی مکھی قدرت کی کاریگری کا بے مثال نمونہ ہے۔ وہ رہنے کے لئے چھتہ بناتی ہے۔ چھتہ موم کو لعاب دہن میں بھگو کر اور جانوں کے ذریعہ توڑ موڑ کر بنایا جاتا ہے۔ چھتہ بناتے وقت منصوبہ بندی کی جاتی ہے اور کالونی کی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ ملکہ کا محل الگ اور مخصوص طرز کا ہوتا ہے۔ بچوں کی پرورش گاہیں، شہد اور زیرہ جمع کرنے کے لئے ذخیرہ گاہیں، نر مکھیوں کے مکانات اور کامگاروں کے گھر، غرض اس میں پوری آبادی کے لئے ضرورت کی ہر شے موجود ہوتی ہے لہذا چھتہ اس ننھے سے کیڑے کی انجینئرنگ کی اعلیٰ صلاحیتوں اور بہترین منصوبہ بندی کی ایک بہترین مثال ہے۔

کامگار مکھی ہر لمحہ مصروف رہتی ہے۔ صبح کاذب کے وقت اپنے چھتہ سے نکلتی ہے۔ ایک ایک پھول پر جاکر رس چوستی ہے، اس میں لعاب دہن ملاتی ہے اور اپنے معدہ کے ایک حصہ، شہد کی تھیلی میں جمع کر لیتی ہے۔ رس لیکر چھتے میں پہنچتی ہے۔ اس میں اپنے جسم سے پیدا شدہ چند دوسری اشیاء ملاتی ہے اور "مومی تھیلوں" میں بھر دیتی ہے۔ اسی مرکب میں جب کیمیاوی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں تب یہ مرکب شہد کہلاتا ہے۔ اس کا زائد پانی بخارات کی صورت میں نکل جاتا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد شہد پک کر تیار ہو جاتا ہے۔ مکھی ہزاروں پھولوں کا رس چوستی ہے۔ ایک ڈیڑھ میل کی مسافت طے کر کے قطرہ قطرہ شہد جمع کرتی ہے اس طرح اندازہ لگایا گیا ہے کہ مکھی ایک پاؤنڈ شہد کی خاطر جتنے چکر لگاتی ہے وہ دنیا کے گرد دو مرتبہ چکر لگانے کے برابر ہوتے ہیں۔

شہد مکھیوں کی غذا ہے۔ وہ اسے آڑے وقت کے لئے ذخیرہ کر لیتی ہیں اور ہم چھتوں سے شہد نکال کر اُنہیں اس غذا سے محروم کر دیتے ہیں جو انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی کے بعد جمع کیا تھا۔ شہد سفید، سیاہ، کتھئی اور دھانی رنگتوں کا ہوتا ہے۔ موسم اور پھولوں کے اختلاف کا اثر بھی شہد پر ہوتا ہے۔ شہد لذیذ، خوش ذائقہ اور صحت مند غذا ہے۔ اس میں بہترین غذا کی تمام خصوصیات موجود ہیں۔ اسے کئی قسم کی غذائی چیزیں بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

موم بھی شہد کی مکھی کے جسم سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے شکم پر چار جوڑ مومی غدود کے ہوتے ہیں جن سے رقیق مادہ نکل کر ننھی ننھی پتریوں کی صورت میں جم جاتا ہے۔ مکھی اپنی ٹانگوں سے انہیں علیحدہ کرتی ہے اور لعاب دہن میں نرم کر کے جانوں کے ذریعہ اسے موڑ توڑ کر چھتہ بناتی ہے۔ مکھی جتنا شہد کھاتی ہے اسی نسبت سے موم پیدا ہوتا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ تین پونڈ

بازائد شہد کھا کر مکھیاں ایک پونڈ موم پیدا کرتی ہیں۔ موم بھی تجارتی اہمیت کی شے ہے۔ یہ موم بتیاں، پالش، خوشبویات، ٹھنڈی کریم، کاربن کاغذ، بجلی کا سامان اور کتابت کی سیاہی بنانے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض چیزوں کے ڈھالنے کے لئے اس کے سانچے بنائے جاتے ہیں۔

(۳) لاکھ کا کیڑا:-

یہ ننھا سا کیڑا جس کا نام لیکسیفر لاکا (LACCIFER LACCA) ہے پاکستان، لنکا، برما اور ہندوستان کا باسی ہے اور مشرق میں فلپائن تک ملتا ہے۔ مادہ کیڑا دلچسپ ہوتا ہے۔ اس کی نہ تو ٹانگیں ہوتی ہیں اور نہ پر۔ جبکہ نر میں پر اور ٹانگیں دونوں ہی ہوتے ہیں۔ مادہ بچے جنتی ہے اور اپنے جسم سے ایک رالی مادہ پیدا کرتی ہے جو سخت ہو کر اس کے گرد ایک حفاظتی خول بنا لیتا ہے۔ اس خول میں کئی سوراخ ہوتے ہیں تاکہ جملہ افعالِ زندگی بحسن و خوبی ادا ہوتے رہیں۔ ہزاروں مادائیں کسی درخت (بیر، ببول، انجیر، سال، ڈھاک) کی شاخ پر ڈیرہ جما لیتی ہیں اور اپنے گرد رالی مادے کی تقریباً دو ملی میٹر تہہ پیدا کر لیتی ہیں۔ یہی لاکھ ہے۔ تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار ننھے ننھے کیڑوں سے ایک پونڈ لاکھ حاصل ہوتا ہے۔

لاکھ کی صنعت ایک قدیم صنعت ہے۔ لاکھ رنگ اور روغن بنانے میں اغلباً ۱۵۹۰ء سے استعمال ہو رہا ہے۔ لاکھ کے کھلونے، برتن، مصنوعی میوے، پھل، بٹن، جوتوں کی پالش اور دوسری قسم کی پالشیں، مہریں لگانے کا موم وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔

لاکھ کے کیڑے کی ماداؤں کی لاشوں سے ایک قرمزی رنگ بنایا جاتا ہے جسے لاکھ کا رنگ کہتے ہیں۔ یہ رنگ ریشم اور سوت کے رنگنے کے کام آتا ہے۔ بعض خواتین "مہندی رچانے" کے لئے اس سے اپنے تلووں کو رنگ لیتی ہیں ؛

اخبار مجالس

مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ

مورخہ ۲۷/۹ بروز ہفتہ مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے زیر اہتمام مسجد گولبازار میں ایک جلسہ عام عشرہ تحریک جدید کے سلسلہ میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی صدارت محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے فرمائی۔

تلاوت و نظم کے بعد عشرہ تحریک جدید کے بارہ میں مکرم حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید کا ایک پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ بعدہ مکرم لئیق احمد صاحب طاہر نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان تحریک کی برکات اور اس سلسلہ میں مبلغین کی قربانیوں کا ذکر کیا۔

ان کے بعد مکرم محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب نے تحریک جدید کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ باوجود مخالف حالات کے اللہ تعالیٰ نے اس تحریک میں برکت ڈالی اور آج تحریک جدید کے ذریعہ ساری دنیا میں اسلام اور احمدیت کی تبلیغ ہو رہی ہے۔

آپ کی ولولہ انگیز تقریر کے بعد صدر محترم نے اپنی صدارتی تقریر میں خدام کو سادہ زندگی اپنانے کی طرف توجہ دلائی۔

آپ کی تقریر کے بعد مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال تحریک جدید کے سلسلہ میں بیرونی مساعی کی سلائیڈز دکھائیں۔ آخر میں دعا پر جلسہ برخاست ہوا۔

کُل ربوہ تقریری مقابلہ!

مورخہ ۱۴ راگست بعد نماز مغرب جشن آزادی کے سلسلہ میں مجلس خدام الاحمدیہ دارالرحمت شرقی (ب) ربوہ کے زیر اہتمام ایک کُل ربوہ تقریری مقابلہ منعقد ہوا۔ اس مقابلہ کے وقت اور عناوین کی اطلاع قبل از وقت تمام خدام تک پہنچا دی گئی تھی۔ عناوین مندرجہ ذیل تھے:-

(۱) تحریک پاکستان اور جماعت احمدیہ۔

(۲) سیرت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) محمد علی جناح بحیثیت قائداعظم۔

(۴) لہو سے اپنے جلا ہے چراغ آزادی۔

صدارت کے فرائض زعیم حلقہ سید عبدالکریم طاہر نے انجام دیئے۔ ربوہ کے تمام محلہ جات سے مقررین نے اس مقابلہ میں حصہ لیا۔ ہر مقرر کے لئے سات سے نو منٹ تک مقرر تھا۔ منصفین کے فیصلہ کے مطابق

دارالصدر غربی حلقہ القمر کے عبدالکریم صاحب خالد اول، محلہ دارالرحمت شرقی ب کے شمس الحق صاحب طیب (طفل) دوم اور دارالرحمت شرقی ب کے جلیل الرحمٰن صاحب جمیل سوم قرار پائے۔ جبکہ حوصلہ افزائی کا انعام دارالرحمت شرقی ب کے فضل احمد صاحب فضلی نے حاصل کیا۔

تقسیم انعامات سے قبل حاضرین جلسہ کو حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک تقریر کا ٹیپ ریکارڈ سنایا گیا۔ اس خطاب میں حضورؓ نے نوجوان نسل کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا تھا حضورؓ کی عارفانہ اور پُر اثر تقریر کا ریکارڈ سننے کے بعد مہمان خصوصی مکرم چوہدری فضل احمد صاحب نے پوزیشن حاصل کرنے والے مقررین میں انعامات تقسیم کئے اور اس کے بعد دعا پر یہ بارونق تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

مجلس خدام الاحمدیہ مغلپورہ (لاہور)

پکنک: ۱۳ر اگست کو صبح ۸ بجے مجلس ہذا کے تحت خدام اور اطفال نے نہایت شاندار پکنک منائی۔ دوران پکنک خدام کے ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔

ورزشی مقابلوں کے بعد مکرم چوہدری غلام رسول صاحب کی صدارت میں ایک مختصر اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مکرم خواجہ محمد اکرم صاحب نے خطاب فرمایا۔

دوستانہ میچ: مورخہ ۲۵ر اگست کو بعد نماز عصر گریفن گراؤنڈ میں مجلس ماڈل ٹاؤن کے ساتھ فٹ بال کا فائنل مقابلہ ہوا۔ مجلس مغلپورہ کی ٹیم نے مجلس ماڈل ٹاؤن کی ٹیم کو دو گول سے شکست دیکر برتری حاصل کر لی۔ آخر میں تمام کھلاڑیوں نیز مدعو شدہ احباب کی سوڈا واٹر سے تواضع کی گئی۔

اعزاز: مجلس مغلپورہ کے ایک خادم شیخ حبیب الرحمٰن صاحب نے سالانہ تربیتی کلاس کے موقع پر تقریری مقابلہ میں ضلع بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔

مجلس خدام الاحمدیہ شہر و ضلع لاہور

مجلس خدام الاحمدیہ شہر و ضلع لاہور کی دو روزہ تربیتی کلاس کا انعقاد مسجد احمدیہ دارالذکر میں بتاریخ ۲۶-۲۷ ظہور (اگست) ۱۳۵۱ہش ہوا۔ کلاس کا آغاز ۲۶ ظہور کو ساڑھے پانچ بجے سہ پہر زیر صدارت محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ شہر و ضلع لاہور ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور عہد کے بعد "حضرت مصلح موعودؓ کا خدام کے نام پیغام" خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا گیا۔ بعدہٗ صدر جلسہ نے خدام سے خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے آپ لوگوں کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

اسی طرح آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے جملہ ذیلی تنظیموں کے قیام کا فلسفہ بیان فرمایا اور سامعین کرام کو تربیت کے مختلف پہلوؤں کی طرف متوجہ فرمایا۔

افتتاحی خطاب کے بعد محترم عبدالشکور صاحب اسلم

قائد اسلامیہ پارک کے زیرِ صدارت پروگرام جاری رہا جس میں پہلے محترم لئیق احمد صاحب طاہر نے خدام کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ کی اہمیت بیان فرمائی اور رسالہ "احمدی اور غیر احمدی میں فرق" کے چیدہ چیدہ حصے پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد حسب پروگرام آدھ گھنٹہ تک خدام نے مختلف گروپوں کی صورت میں رسالہ کا خود مطالعہ کیا۔

مغرب وعشاء کی نمازوں کی باجماعت ادائیگی کے بعد محترم مولانا غلام باری صاحب سیف نے اہمیتِ نماز سے متعلق چند احادیث کی روشنی میں خدام سے نہایت پیارے انداز میں خدام سے خطاب فرمایا بعدہٗ آپ نے بصورتِ تدریس نماز کی ادائیگی کا طریق عملی طور پر بیان فرمایا اور نماز سے متعلق دیگر مسائل بھی بیان فرمائے ـــــ اس کے بعد محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب اور محترم مولانا غلام باری صاحب سیف نے خدام کے سوالات کے جواب دیئے یہ سلسلہ سوال و جواب جو جملہ حاضرین کے لئے ازدیادِ علم کا باعث بنا بوجہ قلت وقت دس بجے شب ختم کرنا پڑا۔ بعدہٗ خدام نے کھانا کھایا اور سونے کی اجازت دی گئی۔

دوسرے روز پروگرام کا آغاز نمازِ تہجد کی ادائیگی سے ہوا جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ۲۷۵ خدام و اطفال شامل ہوئے۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد محترم چوہدری محمد اسد اللہ خان صاحب نے (جو علالتِ طبع کے باوجود صبح تشریف لے آئے تھے) قرآن کریم کے کچھ حصہ کی پُر معارف تفسیر بیان فرمائی۔

تفسیر قرآن کے بعد محترم مولانا غلام باری صاحب سیف نے نہایت دلچسپ انداز میں خدام سے خطاب فرمایا۔ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر سیکھنے کی اہمیت بیان فرمائی۔ اس کے بعد دوبارہ خدام نے گروپس کی صورت میں دوبارہ رسالہ "احمدی اور غیر احمدی میں فرق" کا مطالعہ کیا۔

ناشتہ کے بعد صبح ۸ بجے خدام دوبارہ مقامِ اجتماع میں جمع ہوئے۔ محترم محمد شفیق صاحب قیصر مہتمم تعلیم مجلس مرکزیہ نے عام دینی معلومات سے متعلق خدام کو خطاب فرمایا۔ بعدہٗ سیرت اجلاس کا انعقاد ہوا سب سے پہلے محترم مولوی محمد شفیع صاحب اشرف مربی سلسلہ احمدیہ مقیم لاہور نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلو بیان فرمائے۔ بعدہٗ محترم غلام باری صاحب سیف نے سیرت حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ میں خدام سے خطاب فرمایا۔ سیرت اجلاس کے اختتام پر خدام کا تقریری مقابلہ ہوا۔ ہر قیادت سے ایک نمائندہ بغرض تقریر مدعو تھا اور ہر مقرر کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک پہلو مخصوص تھا۔

سیرت اجلاس کے بعد محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح و ارشاد کے زیرِ صدارت تعلیمی و تدریسی اجلاس کا آغاز ہوا۔ اولاً آپ نے اختلافی مسائل سیکھنے کی اہمیت خدام پر واضح فرمائی۔ بعدہٗ محترم مولانا محمد شفیع صاحب اشرف، محترم مولانا غلام باری صاحب سیف اور محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد

نے بالترتیب وفاتِ مسیح، اجرائے نبوت اور صداقت حضرت مسیح موعودؑ سے متعلق دلائل کی تدریس کی۔ ہر مسئلہ کی تدریس کے بعد سوال و جواب کا وقفہ دیا گیا۔ تاکہ خدام مکمل طور پر اختلافی مسائل کے دلائل سے روشناس ہو جائیں۔ تدریس کے بعد اسباق کا اعادہ کیا گیا جس کے بعد خدام کا امتحان لیا گیا بفضل تعالیٰ ۳۲۰ خدام امتحان میں شامل ہوئے۔

کھانے اور نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد اجلاس تلقین عمل کا انعقاد ہوا۔ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد فاضل نے خدام سے نہایت دلچسپ انداز میں اس موضوع پر خطاب فرمایا کہ "احمدیت کو کیسے نوجوانوں کی ضرورت ہے"۔ بعدہٗ محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب نے اپنے معروف عالمانہ انداز میں تبلیغ اسلام سے متعلق اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریوں کی طرف حاضرین کو متوجہ فرمایا۔ بعدہٗ صدر جلسہ محترم مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر جماعت احمدیہ پنجاب نے تربیت کے ایک انتہائی بنیادی پہلو "اطمینانِ قلب" کے حصول سے متعلق خطاب فرمایا اور تعلق باللہ میں اطمینانِ قلب کی اہمیت اور ضرورت سے خدام کو مطلع فرمایا۔

اس کے بعد محترم کرنل ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب نائب صدر فضل عمر فاؤنڈیشن کی زیرِ صدارت خصوصی اجلاس کا آغاز ہوا۔ اس اجلاس میں محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے "ضرورتِ مذہب" کے عنوان سے ایک نہایت عالمانہ خطاب فرمایا۔ آپ نے مذہب کا فلسفہ، اس کی تاریخی حیثیت اور بالخصوص موجودہ دور میں مذہب کی اہمیت بیان فرمائی جو جملہ حاضرین کے لئے ازدیادِ علم کا باعث ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام نے ایک مکمل اور کامل نظام کے ذریعہ انسان کی قدرتی صلاحیتوں کو اس انداز پر لگایا ہے کہ نہ صرف انسانیت کے شرف سے اُسے روشناس کرایا بلکہ اسے اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اُمت بنایا۔ فرمایا کہ زمانہ اپنی تمام تر ترقیات کے باوجود نہ صرف یہ کہ مذہب کی ضرورت محسوس کرتا ہے بلکہ وہ مذہب کے لئے بلا رہا ہے۔ اس عالمانہ خطاب کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے خدام کے سوالات کے جواب احسن انداز میں دیئے۔ اس خطاب پر اس علمی نشست کا اختتام ہوا۔

قریباً ساڑھے پانچ بجے سہ پہر تربیتی کلاس کے اختتامی اجلاس کا آغاز زیرِ صدارت محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ بعدہٗ محترم منور احمد صاحب جاوید قائد ضلع و علاقہ نے تربیتی کلاس سے پہلے منعقدہ ضلعی ٹورنامنٹ کی مختصر رپورٹ پیش فرمائی۔ رپورٹ کے آخر پر آپ نے علماء کرام، عطیہ دہندگان، مرکزی نمائندگان اور خدام کا شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد محترم صدر صاحب مجلس مرکزیہ نے اپنے دستِ مبارک سے انعامات تقسیم فرمائے۔ پہلے قیادت ماڈل ٹاؤن کی درخواست پر آپ نے سہ ماہی سوم میں قیادت ماڈل ٹاؤن کے حلقہ جات خدام و اطفال میں بہترین کارکردگی پر علم ہائے انعامی خدام و اطفال

اور اسناد ات اور بہترین ناظمین میں بھی اسناد ات تقسیم فرمائیں۔ بعدہٗ ٹورنامنٹ اور تربیتی کلاس کے علمی و ورزشی مقابلہ جات کے انعامات تقسیم فرمائے۔ اس موقع پر پانچ اجتماعی کھیلوں کی رننگ ٹرافیاں مختلف قیادتوں میں تقسیم کی گئیں جن میں سے دو ٹرافیاں (شیلڈز) منی موٹرز گلبرگ لاہور کی طرف سے دی گئی تھیں۔ اسی طرح قیادت ضلع کی طرف سے کلاس و ٹورنامنٹ پر بہترین کارکردگی پر قیادت ماڈل ٹاؤن کو ضلعی رننگ ٹرافی دی گئی۔ بعدہٗ صدر محترم نے خدام سے مختصر خطاب فرمایا۔

آپ نے فرمایا کہ احمدیت ایک ایسا سلسلہ نہیں جو کسی جگہ رُک جائے بلکہ یہ ایک مسلسل ترقی کا نام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ احمدیت کے جلد از جلد غلبہ کے لئے تربیت کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے ترقی سے متعلق دو طریق یعنی اندرون جماعت تعلیم و تربیت کے کام میں مستعدی اور تبلیغ پر روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ ہر دو خطوط پر یکساں ترقی غلبہ اسلام کے لئے ناگزیر ہے۔ آپ نے اسلام کی مختلف ادوار میں حالت بیان فرما کر نوجوانوں کو تلقین فرمائی کہ جماعت کے نوجوانوں کو یہ اصول ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ ہمیں دین اور دنیا ہر دو کے علوم میں ترقی کرنی ہے۔ اس بارہ میں آپ نے قرآنی علوم سیکھنے کی طرف سامعین کو توجہ دلائی اور فرمایا کہ علم قرآن اور علم دین کا حضورؑ کی کتب سے گہرا تعلق ہے اسلئے ایسا باقاعدہ ٹائم ٹیبل بنا کہ ہر احمدی کو حضورؑ کی کتب کا مطالعہ ہر وقت کرنا چاہیئے ——— اسی طرح عملی نمونہ دکھانے کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کو دکھانے کی ضرورت ہے کہ آپ میں اور باقی لوگوں میں کیا فرق ہے۔ اور جب ہم یہ مقام حاصل کرلیں گے تو دنیا کو زبان سے کہنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ اس سلسلہ میں آپ نے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی ذکر فرمایا ——— اختتام خطاب پر آپ نے فرمایا کہ کلاس کے پروگرام اور خدام کی حاضری سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے اور فرمایا کہ یہ ظاہر ہے کہ جماعت کے نوجوانوں اور بچوں میں زندگی کی علامت اور احمدیت کا خون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سستی یا لغزش منتظمین ہی کی ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ جو بیداری شہر و ضلع کی مجالس میں ظاہر ہے یہ جاری رہے تا جیسا کہ لاہور کی تاریخ پہلے بہت روشن تھی اب پھر آپ اپنا پُرانا مقام حاصل کرلیں ——— اس کے بعد خدام نے صدر مجلس کے ساتھ مل کر اپنا عہد دہرایا بعدہٗ آپ نے اجتماعی دُعا کروائی جس پر یہ کلاس قریباً ساڑھے چھ بجے اختتام پذیر ہوئی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اختتامی اجلاس میں ۴۷۰ خدام، ۱۴۰ اطفال اور ایکصد کے قریب انصار حاضر تھے۔

قیادت ضلع سرگودھا

قیادت ضلع سرگودھا کے تحت ضلع سرگودھا کی مندرجہ ذیل مجالس میں تربیتی کلاسز انعقاد پذیر ہوئیں:۔

(۱) ۳۹ ڈبی۔ بی — تربیتی کلاس منعقدہ ۱۶ تا ۱۷ اگست

(۲) حلقہ ۳۳ جنوبی — " " " ۷ تا ۱۲ جولائی

(۳) بھالی امید علی ورک — " " " ۷ تا ۱۸ اگست

(۴) حلقہ ۹۸ شمالی — " " " ۲۱ تا ۳۰ جولائی

(۵) چک ۹۹ شمالی۔ تربیتی کلاس منعقدہ ۱۹ تا ۲۹ر جولائی
(۶) ثمر آباد " " " ۱۹ تا ۲۰ر اگست
(۷) مجوکہ " " " ۲۰ تا ۲۱ر اگست
(۸) حویلی مجوکہ " " " ۲۱ر اگست
(۹) دھول بالا، سردار والا، جگی (مشترکہ تربیتی کلاس ۲۲ر اگست۔

ان تربیتی کلاسز میں مرکزی نمائندگان نے بھی شرکت کی اور خدام سے خطاب فرمایا۔

مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ

مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کے یک روزہ سالانہ اجتماع کا افتتاح مورخہ ۲۰ر اگست بوقت ۱۰ بجے محترم چوہدری اعجاز احمد صاحب قائد ضلع نے کیا۔ دوران اجتماع خدام کے مندرجہ ذیل ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔
۱۔ دوڑ۔ ۲۔ گولہ پھینکنا۔ ۳۔ اونچی چھلانگ۔ ۴۔ لمبی چھلانگ۔

ورزشی مقابلہ جات کے بعد خدام مسجد میں تشریف لے آئے جہاں خدام کے علمی مقابلہ جات ہوئے۔
علمی و ورزشی مقابلہ جات کے علاوہ مندرجہ ذیل علمی، تربیتی اور تبلیغی پروگرام بھی ہوئے:۔

ذکر حبیب:۔ قرآن مجید کے پرچہ کے بعد محترم رفیق احمد صاحب جاوید مربی سلسلہ نے "ذکر حبیب" کے سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی کے بیان کردہ چند ایمان افروز واقعات احباب جماعت کے سامنے پیش کئے۔

"تبلیغی واقعات و انداز گفتگو"۔ اس موضوع پر محترم نذیر احمد صاحب ساقی نے خدام کو اندرون و بیرون ملک اپنے تبلیغی حالات بتائے اور تبلیغ کے سلسلہ میں غیر از جماعت احباب اور خصوصاً عیسائیوں سے تبلیغی گفتگو سنائی۔ نیز آپ نے خدام کو یہ بھی بتایا کہ کس شخص کو تبلیغ کس طریق سے کرنی چاہیئے اور کس طریق سے شروع کرنی چاہیئے۔

علمی و مذہبی سوالات کے جوابات:۔ اس پروگرام میں سلسلہ کے تین مربیان نے خدام کے سوالات کے جواب دیئے۔

اختتامی تقریب:۔ بعد نماز عصر اختتامی تقریب شروع ہوئی جس کی صدارت محترم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی نے فرمائی۔ تلاوت و نظم کے بعد محترم امیر صاحب نے خدام سے خطاب فرمایا اور خدام کو انکی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ تقریر کے بعد آپ نے اجتماعی دعا کروائی اور مقابلہ جات میں اول و دوم آنے والے خدام و اطفال کو انعامات دیئے۔

لائلپور شہر

۱۴ر اگست۔ مجلس خدام الاحمدیہ لائلپور شہر نے شہر کے تین میل کے فاصلے پر نہر پر پکنک کا انتظام کیا۔ تفریح کے علاوہ تربیتی اجلاس بھی منعقد کیا گیا۔ مرکز سے مولانا غلام باری صاحب سیف، مرکزی مہتمم تجنید مکرم عبد المجید صاحب اور مہتمم امور طلباء محترم مرزا محمد دین صاحب ناز نے بھی شرکت فرما کر خدام کو نصائح سے نوازا۔ اسکے بعد طعام کا اجلاس بھی ہوا۔ ۲۵۵ خدام، ۵۴ اطفال اور ۱۰۲ انصار نے شمولیت کی۔

۱۹ر اگست کو سمن آباد ریلوے سٹیشن کے نزدیک

اجتماعی وقارِ عمل منایا گیا جس میں ۱۳۵ خدام، ۲۵ اطفال اور ۶ انصار نے شرکت کی۔ ۷۰ × ۴ فٹ سڑک پر ۱/۲ ۱ فٹ مٹی ڈالی گئی۔ غیر از جماعت احباب نے خدمتِ خلق کے اس جذبہ کو بہت سراہا۔

۶ر ستمبر۔ لائلپور سے ربوہ تک خدام کی سائیکل ریس منعقد ہوئی۔ ۱۳ خدام نے حصّہ لیا۔ محمد افضل صاحب بٹ اوّل اور داؤد احمد صاحب شاکر دوم اور عبدالماجد صاحب سوم آئے۔ ربوہ پہنچ کر محترم صدر صاحب مجلس مرکزیہ نے خدام کو اپنے خطاب سے نوازا۔

چک ۱۲۱ ج۔ب گوکھووال ضلع لائلپور

۱۴ر اگست۔ یوم آزادی شایانِ شان طور پر منایا گیا۔ اطفال کے لئے تفریحی پروگرام ترتیب دیئے گئے تھے۔ ۶ر ستمبر کو یومِ دفاع بھی منایا گیا۔ مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف، قریشی سعید احمد صاحب اظہر مربی سلسلہ اور محترم احمد دین صاحب زعیم انصار اللہ لائلپور نے بھی شمولیت فرمائی۔

شیخوپورہ

۱۹ر اگست مجلس خدام الاحمدیہ شیخوپورہ کی دو روزہ تربیتی کلاس ۱۹-۲۰ر اگست کو مسجد مبارک شیخوپورہ میں منعقد ہوئی۔ اس کلاس میں ضلع کی ۵۵ میں سے ۲۴ مجالس نے شرکت کی اور خدام کی کل تعداد ۲۵۰ رہی۔ مرکز میں ہونے والی تربیتی کلاسوں کے نمونہ پر پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح و ارشاد، محترم صوفی محمد اسحٰق صاحب مبلغ افریقہ، محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت نے شرکت فرما کر خدام سے علمی اور تربیتی موضوعات پر خطاب فرمایا۔

ربوہ

۲۵ر اگست مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ نے ایوانِ محمود کے سامنے کی سڑک پر اجتماعی وقارِ عمل منایا۔ ۴۰۰ خدام نے ۱۶۰۰ مکعب فٹ مٹی سڑک پر ڈالی۔

۲۶ر اگست۔ ایوانِ محمود میں مجلس مقامی کے زیرِ اہتمام تربیتی کلاس کا افتتاح معتمد مجلس مرکزیہ محترم مولوی اللہ بخش صاحب نے کیا۔ کلاس کا انتظام اور پروگرام مرکزی کلاس کے نمونہ پر مرتب کیا گیا۔ پہلے دن ۸۰ خدام نے شرکت کی۔

لاہور

مسجد احمدیہ دارالذکر میں ۲۶ر اور ۲۷ر اگست کو ضلع لاہور کی تربیتی کلاس میں صدر مجلس مرکزیہ محترم چوہدری حمید اللہ صاحب نے خدام سے جو خطاب فرمایا اسکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

تربیتی کلاس کی قسم کے پروگراموں کا مقصد بیک وقت مختلف تقاریر کے ذریعہ اتحادِ خیال پیدا کرنا ہوتا ہے۔ مختصر طور پر چند امور کے متعلق آپکو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

ہمارا تعلق ایک ایسی جماعت کے ساتھ ہے جسے ایک جگہ رُکنا نہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے شروع ہی سے مسلسل ترقی کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ اسے تیز تر کرنے اور احمدیت کے غلبہ کو جلد از جلد پورا کرنے کے لئے تربیت کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہماری ترقی دو طرح سے ہوئی ہے (۱) اندرونِ جماعت تعلیم و تربیت کا کام باقاعدہ مستعدی سے جاری رہا اور

(۲) تبلیغ کے ذریعہ۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک کام ہم چھوڑ دیں تو جماعت کا نمونہ نامکمل رہ جاتا ہے۔ اگر ہم مؤخر الذکر کام چھوڑ دیں تو ایک غلط نمونہ ہم پیش کرینگے اور اگر صرف پہلا کام کریں تو یہ نمونہ ہم تک محدود رہ جائیگا جو غلط ہے۔ اسلئے اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ترقی کے لئے مستعدی سے ہر دو کام ایک توازن کے ساتھ کرنے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ علم حاصل کرنا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھیں۔ ہر کام کے لئے ایک جذبہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اسوقت یہ جذبہ محدود ہے۔ مختلف بہانوں اور مصروفیات کا اظہار کیا جاتا ہے مگر یہ محض سستی اور غفلت ہے اسلئے اپنے اوقات کا ٹائم ٹیبل بنائیں اور اس میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ کے لئے وقت مخصوص کریں۔ حضورؑ کی کتب میں نماز کی ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ فرمایا ہے کہ جو شخص پنجوقتہ نماز باجماعت کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اسی طرح فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز پڑھنے نہیں جاتا اُسکے پاؤں اگر سونے کے بھی بنے ہیں تو اُسے لوہا بنا دیں گے۔ احمدیت کی وہ تصویر جو حضورؑ کی کتب میں درج ہے اُسے آپ کا مقابلہ تفصیل سے کیا جائے تو کوئی فرق نظر نہ آئے۔ دنیا کو اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ میں اور اُن میں کیا فرق ہے؟ اگر آپ اور اُن میں کوئی فرق نہیں تو وہ احمدیت کس لئے قبول کریں۔ اس امر پر خاص طور غور کریں۔ سب سے بڑا کام نفس کی اصلاح ہے اور یہ تغیر حضورؑ کی کتب میں بیان فرمودہ ارشادات سے ہوگا زبان سے لوگوں کو کہنے کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ آپ کو چلتے پھرتے دیکھ کر لوگ احمدی ہو جائیں گے۔ (صدر محترم کا خطاب صہ پر بھی ملاحظہ ہو)

سیالکوٹ شہر

۱۶،۱۷ اگست جامع مسجد احمدیہ میں مجلس کا اجلاس عام ہوا جس میں ناظر بیت المال آمد محترم شیخ محبوب عالم صاحب خالد نے خدام سے خطاب فرمایا۔ آپ نے خدام کو نفس کی اصلاح، قرآنی اور دینی علوم کے حصول کی طرف توجہ دلائی۔ ۵۰ خدام، ۴۵ اطفال اور ۲۵ انصار نے شرکت کی۔

۱۸ اگست کو دوبارہ اجلاس ہوا۔ مرکزی مہتمم اطفال محترم پروفیسر محمد اسلم صاحب صابر نے خدام اور اطفال کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے عملی نمونہ سے دوسروں کو بتائیں کہ اس زمانہ میں احمدیت ہی اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا واحد ذریعہ ہے۔

۳ ستمبر کو صدر مجلس مرکزیہ محترم چوہدری حمید اللہ صاحب ایم۔اے کی زیر صدارت یوم والدین وتقریب تقسیم انعامات منعقد ہوا۔ محترم صدر صاحب نے ضلع کی چھٹی سالانہ تربیتی کلاس میں اول و دوم آنے والے خدام و اطفال میں انعامات تقسیم فرمائے۔ آپ نے بھی خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عقائد کا تعلق علماء سے ہے۔ عام آدمی آپ کے اخلاق اور اعمال سے متاثر ہوگا۔ اسلئے آپ اپنی زندگی کو اسلام کی دی ہوئی تعلیمات کے مطابق ڈھالیں۔ اس تقریب میں ۹۵ خدام، ۸۲ اطفال اور ۳۵ والدین نے شرکت کی۔

خالدبن ولیدؓ ــــ (از مـ ش)

اب مسلمانوں کا ہیرو بن چکا تھا۔ خانہ کعبہ میں رکھے گئے بُتوں کی تباہی کے بعد آنحضرتؐ نے خالدؓ کو نخلہ میں جاکر عُزّیٰ کی تباہی کا حکم دیا۔ آپ چند سواروں کو ساتھ لیکر گئے اور بغیر کسی مزاحمت کے "عزیٰ" کو تباہ کر دیا۔ غزوۂ تبوک میں بھی آپ نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور دومۃ الجندل کے شہزادے کو پکڑ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ آنحضرتؐ کی زندگی میں آپ کی آخری خدمت نجران کے بنو حارث بن کعب کی سرکوبی کے لئے جانا اور بغیر لڑائی کے ان سب کو قبولِ اسلام پر آمادہ کرنا تھا۔

خلافتِ اولیٰ:-

حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنتے ہی زکوٰۃ اور جھوٹے مدعیانِ نبوّت کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے جھوٹے مدعیانِ نبوّت کی سرکوبی کے لئے جن گیارہ دستوں کو گیارہ مسلمان قائدین کے ساتھ بھیجا ان میں سے ایک دستے کی کمان حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ کو سب سے پہلے بنو اسد کے طلیحہ بن خویلد سے نپٹنے کا حکم ملا اور پھر مالک بن نویرہ سے جو مرتد ہو چکا تھا دست آزمائی کرنے کا حکم دیا گیا۔ مگر حکم صرف ان لوگوں سے لڑنے کا تھا جو مقابلہ کریں۔ اطاعت گزار بننے والوں کو معاف کر دینے کا حکم تھا۔ آپ نے اولاً طلیحہ بن خویلد کو شکست دی اور وہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ بعد ازاں اس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کی طرف سے شامیوں کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہوا۔ پھر آپ نے مالک بن نویرہ کے قبیلہ بنی یربوع کا رُخ کیا۔ مالک اپنی خودداری کی وجہ سے آپ کے سامنے سر جھکانا بھی نہیں چاہتا تھا اور لڑنے کا ارادہ بھی نہ رکھتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے سپاہیوں کو منتشر کر کے خود صحرا نشین ہو گیا۔ آپ کے فوجی دستوں نے اُسے پکڑ لیا اور مرتد سمجھ کر قتل کر دیا۔ اسکی بیوی کی دلجوئی کے لئے آپؓ نے اس سے شادی کر لی۔ ابو قتادہ اور مالک بن نویرہ کا بھائی متمم بن نویرہ دربارِ خلافت میں پہنچے اور عرض کیا کہ مالک دوبارہ اسلام قبول کر چکا تھا اسلئے اُسے قتل کر کے حضرت خالدؓ نے صحیح فعل نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے بھی حضرت خالدؓ کی مخالفت کی۔ حضرت ابوبکرؓ کو بھی اس حادثے پر افسوس ہوا لیکن حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر آپ نے حضرت خالدؓ کو معاف کر دیا۔ اور اپنے پاس سے مالک کا خون بہا ادا کر دیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ کو سب سے بڑے جھوٹے مدعیٔ نبوّت مسیلمہ کذاب سے دو دو ہاتھ کرنے کا موقعہ ملا۔ مسیلمہ کا تعلق بنو حنیفہ سے تھا۔ وہ رسول اکرمؐ کے زمانہ سے ہی نبوّت کا دعویدار بن چکا تھا آپؐ کے بعد اس نے کافی زور پکڑ لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلے عکرمہ بن ابی جہل کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا لیکن وہ شکست کھا کر لَوٹے۔ اس کے بعد خالدؓ کو حکمِ جہاد ہوا۔ مسیلمہ کی فوج چالیس ہزار جوانوں پر مشتمل تھی۔ جنگ کے دَوران ایک وقت میں تو یوں محسوس ہونے لگا کہ مسیلمہ کا پلّہ بھاری ہے لیکن اسی وقت حضرت خالدؓ اپنے خیمہ سے یہ گاتے ہوئے نکلے "میں سرداروں کی اولاد ہوں میری تلوار خون کی پیاسی ہے خاص طور پر تم جیسے جھوٹوں کے خون کی" اور دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے اپنی فوج کے ہمراہ دشمن کے پاؤں اُکھاڑ دیئے۔ مسیلمہ نے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لی اور باغ کے دروازے

بند کر لئے۔ اس وقت وحشی نامی حبشی نے (یہ وہی ہیں جنہوں نے جنگ اُحد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اور بعد ازاں اسلام قبول کر لیا تھا) تاک کر نیزہ مارا کہ مسیلمہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور وہیں ختم ہو گیا۔ بنو حنیفہ کے باقی لوگوں نے معافی مانگ کر اسلام قبول کر لیا۔

کسریٰ خسرو پرویز جس نے آنحضرتؐ کا خط پھاڑ ڈالا تھا اور جس کے متعلق آنحضرتؐ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ اس کی سلطنت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی اس ایران کی ایک ریاست عراق پر حضرت خالدؓ نے حملہ کر کے پیشگوئی کو پورا کیا۔ جھوٹے مدعیانِ نبوّت کی سرکوبی کے بعد خلیفہ کی طرف سے آپ کو عراق پر چڑھائی کا حکم ملا۔ محرم ۱۲ سنہ ہجری کو آپ عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے آپ ابلہ پہنچے جہاں کا ایرانی گورنر ہرمز تھا۔ آپ نے ہرمز کو لکھا کہ "اسلام قبول کر لو یا حکومتِ مدینہ کو باقاعدہ جزیہ ادا کرو۔ بصورتِ دیگر جس قوم سے تمہارا مقابلہ ہے وہ موت کی اتنی ہی آرزو مند ہے جتنے تم زندگی کے۔"

ہرمز نے یہ خط شاہِ ایران کی طرف روانہ کر دیا اور خود مقابلے کے لئے نکلا۔ اس کو حفیر کے مقام پر جنگِ ذات السلاسل میں شکستِ فاش کا سامنا کرنا پڑا اور وہ جنگ میں مارا گیا۔ شاہِ ایران کی طرف سے قارن کو حضرت خالدؓ بن ولید کا حملہ روکنے کا حکم ملا۔ جو شاہی خاندان کا ایک فرد تھا۔ مذار میں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ قارن نے بھی شکست کھائی اور مارا گیا۔ دونوں شکستوں کے بعد بہمن کو مزید فوج دے کر بھیجا گیا۔

لیکن ولجہ کے میدان میں اس فوج کا حشر بھی پہلی فوجوں جیسا ہوا۔ پھر الیس کے مقام پر بنو بکر کو شکست دیکر ایک خوبصورت اور وسیع شہر امغیشیا پر قبضہ کر لیا۔ مزید پیش قدمی کرتے ہوئے حیرہ بھی مقبوضہ علاقے میں شامل ہوا۔ یہ سلطنت ساسانی حکومت کے زیرِ اقتدار تھی اور کچھ عرصہ سے ایک ایرانی نائب السلطنت اس کے امور کا نگران تھا۔ پہلی خلافت کے دوران آخری بڑی جنگ اجنادین کی تھی جس میں آپ نے شاہ ہرقل کے بھائی مرد ڈریق کو شکست دی۔

خلافتِ فاروقی:-

جنگِ اجنادین کے قریباً ایک ماہ بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عمر فاروقؓ زیب دہ مسندِ خلافت ہوئے۔ اسی دوران حضرت خالدؓ کو شمالی عراق میں مصروف پا کر ایرانیوں نے مسلمانوں کو حیرہ سے نکالنے کی کوشش کی۔ حضرت خالدؓ اس کی خبر پا کر دوبارہ حیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رستے میں ہی آپ کا مقابلہ ایرانیوں سے ہوا اور آپ نے ایرانی جمعیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب آپ ایرانیوں کو شکست دیکر حیرہ کی طرف جا رہے تھے کہ حج کے دن آ گئے۔ آپ فوج کی لاعلمی میں چند سرداروں کے ساتھ حج کر کے عین اس دن واپس پہنچ گئے جب لشکر حیرہ میں داخل ہو رہا تھا۔ اب حضرت عمرؓ کی طرف سے آپ کو شام کی طرف اسلامی فوج کی مدد کے لئے بڑھنے کا حکم ملا۔ شام کی طرف چار دستے یزید بن ابی سفیانؓ، شرجیل بن حسنہؓ، ابو عبیدہ بن جراحؓ اور عمرو بن عاصؓ کی

سرکردگی میں روانہ ہو چکے تھے۔ شام کے بادشاہ کی طرف سے بھی مقابلہ کے لئے چار دستے مقرر کئے گئے تھے جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان کا ارادہ ہر دستہ کو علیحدہ علیحدہ کاٹنے کا تھا لیکن مسلمان ان کے ارادے کو سمجھ کر پہلے ہی چاروں دستوں کو ملا چکے تھے۔ چنانچہ شامی فوج بھی اکٹھی ہو گئی۔ جب خالدؓ مسلم فوجوں کے ساتھ آملے تو انہوں نے محسوس کیا کہ لشکر کی قیادت کمزور ہے۔ پورے لشکر کا متفقہ لیڈر کوئی بھی نہ تھا۔ آپ نے چاروں لیڈروں کو بلایا اور اس کی طرف توجہ دلا کر کہا۔ آج آپ یہ منصب مجھے دیدیں لیکن آپ کی حیثیت حسب سابق رہے گی۔ آپ نے فوج کی تنظیم نو کی اور یرموک کے میدان میں شامی فوج کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ لڑائی کے دوران مخالف فوج کا ایک سردار جس کے پاس شامی فوج کے ایک حصہ کی کمان تھی اسلام قبول کر کے شامل جہاد ہو گیا۔ شامیوں کے حوصلے اس بات سے پست ہو گئے۔ شام کے وقت شامی فوج کمزور پڑ گئی اور سورج غروب ہونے کے بعد ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر میدانِ جنگ سے بھاگنے لگے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں مسلمانوں کی یہ آخری بڑی فتح تھی۔

معزولی:۔ یرموک کی لڑائی کے دوران مدینہ سے ایک قاصد پہنچا۔ حضرت خالدؓ نے پوچھا کیا خبر ہے؟ تو اس نے ایک خط آپ کے ہاتھ میں تھما دیا۔ خط میں خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ حضرت خالد بن ولید کو معزول کر کے فوج کی کمان ابو عبیدہ بن الجراح کے سپرد کر دی جائے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے یہ خط پڑھا اور بند کر کے دوبارہ لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ دشمن کی شکست کے بعد آپ نے فوج کے سامنے یہ خط ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے سپرد کر دیا۔ تمام فوج یہ خبر سن کر حیران ہو گئی۔ چند لوگوں نے سوال کیا کہ اگر لڑائی کے دوران آپ کو یہ خبر مل چکی تھی تو پھر آپ اتنی بے جگری سے کیوں لڑتے رہے؟ تو آپ نے فرمایا "میں عمرؓ کے لئے جنگ نہیں کر رہا تھا بلکہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر رہا تھا۔"

حضرت عمرؓ نے خط میں واضح کر دیا تھا کہ وہ خالدؓ سے فوج کی کمان اسلئے نہیں لے رہے کہ وہ آپ سے ناراض ہیں بلکہ یہ قدم اسلئے اٹھایا ہے تا کہ کچھ غیر مسلم اور نو مسلم جو یہ سمجھتے ہیں کہ فتح صرف حضرت خالدؓ بن ولید کی وجہ سے ہے وہ جان لیں کہ فتح صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ورنہ انہیں خالدؓ سے اب بھی اتنی ہی محبت ہے جتنی پہلے تھی۔

حضرت خالدؓ نے اس معزولی کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی سرکردگی میں اسی طرح جنگوں میں حصہ لیتے رہے جیسے پہلے لیتے تھے۔ دمشق کی فتح کے موقعہ پر بھی آپ نے سب سے پہلے فصیل پار کی اور مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا۔ حضرت عمرؓ نے دمشق کی فتح کا حال سنا تو فرمایا "حضرت ابوبکرؓ مجھ سے بہتر شخص کو جانتے تھے" اور ساتھ ہی حضرت خالدؓ کے عہدہ میں ترقی دے دی۔

وفات:

شام کی فتح کے بعد آپ وہیں مقیم ہو گئے۔ ۲۱ھ میں آپ بیمار پڑے۔ بیماری زور پکڑتی گئی اور اسی بیماری کے سبب مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار اپنے گھر ہی میں خاموشی کے ساتھ اس جہان سے اگلے جہان کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب آپ کی وفات کی خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا "خالدؓ کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے وہ کسی صورت میں پر نہیں ہو سکتا۔ اسلام کے دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے آپ کا نام ہی کافی تھا۔ اور آپ کی خوش قسمتی کا حد و حساب ہی نہ تھا۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی وصیت میں جائداد وغیرہ کا مختار کل حضرت عمرؓ کو قرار دیا۔

ماہنامہ خالد ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۳۰
اکتوبر ۱۹۷۲ء
اخاء ۱۳۵۱ ھش

سائیکل دوڑ

مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور
کے
لائل پور سے ربوہ تک سائیکل دوڑ میں حصہ لینے والے خدام
محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ہمراہ

نصرت آرٹ پریس ربوہ